امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 63/73 | مورخہ ۲۸ / رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰ / فروری ۲۰۲۳ء روز سوموار | شمارہ نمبر 08

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل، حکایات اہل دل
■ ہندوستان کو مسلمانوں نے تہذیب......
■ قرآن کریم کو ہر اعتبار سے......
■ اسلام کا تصور علم اور عہد جدید......
■ کئی ریاستوں میں اسمبلی انتخابات
■ خواتین پر ہو رہے جنسی استحصال تشویسناک
■ اخبار جہاں، ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

سنیاس سے اقتدار تک

بین السطور

سنیاسی ہندی کا لفظ ہے،اس کے معنی ہندو فقیر، تارک الدنیا کے آتے ہیں، ہندو مذہبی افکار وروایات کے مطابق سنیاسی اس کو کہتے ہیں، جس نے دنیا اور علائق دنیا سے ترک تعلق کرلیا ہو، شادی بیاہ نہ کیا ہو، بال بچوں کے جنجال سے پاک ہو، پہاڑ کی چوٹی اور گُفاؤں میں سب سے الگ تھلگ ہوکر زندگی گذار رہا ہو اور اپنے مذہبی تصورات ومعتقدات کی بنیاد پر بھگوان کی پوجا پاٹ اور جاب میں سارا وقت لگا رہا ہو، کوئی آجائے تو اس کے دکھ درد دور کرنے کے لیے بھگوان سے پرارتھنا کرے، کوئی آشرواد چاہے تو اسے آشرواد دیا جائے، آشرواد دینے کے بھی الگ الگ طریقے ان کے پاس رائج ہیں، کوئی سر پر ہاتھ رکھ کر آشرواد دیتا ہے اور کوئی چرنوں میں جھکا کر اپنی تپسیا کی اہمیت لوگوں کے دلوں میں ڈالتا ہے، بعض سادھوسنتوں کو سر پر پاؤں رکھ کر آشرواد دیتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

ان سنیاسیوں اور سادھوسنتوں کی بھی الگ الگ تہذیب اور اپنے گروؤں کے اپدیش اور ہدایت کے مطابق جینے کا الگ الگ انداز ہوتا ہے، ان میں سے بعض کے سروں پر لمبی جٹائیں ہوتی ہیں، جنہیں وہ مخصوص انداز میں اپنے سروں پر لپیٹے ہوتے ہیں، بعض بدن کے نچلے حصے کو کپڑوں سے ڈھکتے ہیں اور ناف سے اوپر کا حصہ ہر موسم میں کھلا رہتا ہے، جاڑا گرمی برسات ہر موسم میں ان کے جسم کپڑوں سے خالی رہتے ہیں، مسلسل ایسا کرنے کی وجہ سے ان کا جسم موسم کی شدت اور تیزی کو برداشت کرنے کا عادی ہوجاتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ہمارے جسم کا جو حصہ ہر موسم میں کھلا رہتا ہے اس پر سردی گرمی کا اثر بہت نہیں پڑتا، جب کہ جو اعضاء کپڑے میں رہتے ہیں، ان کو ہر موسم میں الگ الگ کپڑوں کی طلب ہوتی ہے، بعض سادھوؤں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ جسم کے نچلے حصے کو بھی بالکل کھلا چھوڑ دیتے ہیں، یا برائے نام کپڑا ہوتا ہے، جس سے آگے پیچھے کے اعضاء ڈھکتے ہیں، کمبھ اشنان کے موقع سے سادھوؤں اور سنیاسیوں کے جو اکھاڑے نکلتے ہیں ان میں ایک بڑی تعداد ایسے سادھوؤں کی ہوتی ہے جو مادر زاد ننگ دھڑنگ ہوتے ہیں، اور ان کے پیچھے عقیدت مندوں کا ایک قافلہ ہوتا ہے، ان کے عقیدت مند یہ سمجھتے ہیں کہ بابا نے بھگوان کا اوتار لے لیا ہے اور بھگوان کو دنیاوی چیزوں کی کیا ضرورت ہے، ان کے خیال میں ایشور یہ شکتی کی وجہ سے ان کا سارا کام چلتا ہے، سنیاسی ہونے کے ان ہی تصورات کی وجہ سے رام جی کا شمار سنیاسی میں نہیں ہوتا، کیوں کہ انہوں نے سیتا جی سے شادی رچائی تھی اور ان کے دو بیٹے بھی تھے، اس لئے ان کے خیال میں مردوں میں سب سے اچھے مرد پروش اتم، ہونے کے باوجود وہ سنیاسی نہیں ہیں۔

ترک دنیا کا یہ تصور دوسرے مذاہب کے پیشواؤں میں بھی پایا جاتا ہے، بودھ جی نے بھی راج پاٹ چھوڑ کر ایشور کی طرف جب رخ کیا تو دنیاوی علائق سے اپنے کو پاک کرلیا، بیوی بچوں کو بھی چھوڑ دیا اور گیا میں گیان دھیان کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا، برسوں بعد کہتے ہیں کہ انہیں گیان ملا اور اس گیان کو لے کر وہ گھومتے رہے اور مستقل ایک مذہب کی بنیاد ڈالی، گیان کے بعد بھی انہوں نے بیوی بچوں کی طرف رخ نہیں کیا۔

لیکن گذشتہ دو تین دہائیوں میں ہندوؤں کے یہاں سنیاسیوں میں بھی دنیا اور لوگوں پر حکومت کرنے کا سیاسی طریقہ رائج ہوگیا ہے، سادھوسنتوں نے یہ سوچا کہ جب ہمارے آشرواد سے لوگ پارلیامنٹ اور اسمبلیوں میں پہونچ جاتے ہیں، ہمارے سپورٹ سے ہمارے انویائی عقیدت مند ووٹ دے کر انہیں سنگھاشن تک پہونچا دیتے ہیں تو یہ سکھ ہم کیوں نہیں حاصل کرسکتے، اپنے مٹھوں سے وہ باہر آگیے اور ان کے نئے ماننے والوں نے آسانی سے انہیں اقتدار تک پہونچا دیا، اوما بھارتی سادھوی پرتگیہ اور اب آدتیہ ناتھ سب نے اقتدار تک پہونچنے کے لیے اپنے سنیاسی ہونے کا فائدہ اٹھایا، رائے دہندگان کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے دوسرے مذاہب کے خلاف گرم گرم تقریریں کیں اور اپنے بیانات سے لوگوں کو باور کرایا کہ ہندو دھرم خطرے میں ہے، عام ہندوؤں میں اس احساس کو جگانے کی وجہ سے ملک میں عدم رواداری کا ماحول خطرناک حد تک بڑھا، گؤکشی اور دوسرے عنوانات سے قتل وخوں ریزی کا بازار گرم ہوا اور افسوسناک بات یہ ہے کہ یہ سارا کام دھرم اور مذہب کے نام پر کیا گیا اور ان لوگوں نے کیا، جنہوں نے اپنی زندگی کا ادھیش اور مقصد صرف اور صرف پوجا ارچنا قرار دے رکھا تھا، ہندو مذہبی تصورات اور میتھالوجی کے مطابق یہ دنیاوی لوبھ کی طرف سنیاسیوں کو لے جارہا ہے، یہ ان کے مذہب کے خلاف ہے۔

جہاں تک اسلام اور مسلمانوں کا معاملہ ہے، ہمارے یہاں ترک دنیا کا کوئی تصور نہیں ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام میں رہبانیت ترک دنیا نہیں ہے، یہاں تو شادی بیاہ بھی کرنی ہے، بال بچوں کی پرورش وپرداخت بھی کرنی ہے، سماج، پڑوس، ملک اور ملت کی خدمت میں زندگی کھپا دینی ہے، اپنی زندگی اللہ کی مرضیات کے مطابق گذارنی ہے اور دوسروں کو بھی اس کام کے لیے تیار کرنا ہے، اللہ کے حکم کی تعمیل ہو، اس کے لیے حکومت کے حصول کی کوشش بھی کرنی ہے، اور اقامت کے ساتھ خلافت الٰہی کو روئے زمین پر نافذ کرنے کی سعی مسلسل کرنی ہے، اسی وجہ سے سیاست ہمارے یہاں شجر ممنوعہ نہیں ہے، جس کے گرد پھٹکا نہ جائے، سیاست میں گندگیوں کے داخل ہونے کی وجہ سے مذہبی لوگ اس سے بیزار نظر آتے ہیں، لیکن ہماری ذمہ داری جس طرح دوسرے شعبوں میں پاکیزگی لانے کی ہے، اسی طرح سیاست کو بھی صحیح رخ دینے کے لیے ملی جذبہ سے سرشار لوگوں کو آگے آنے کی ضرورت ہے، بالکل سنجیدگی کے ساتھ، سوچ سمجھ کر، مضبوط حکمت عملی کے ذریعہ، جذباتی نعرے اور وقتی جوش نے ہر دور میں ملت کو نقصان پہونچایا ہے اور اب بھی یہ نقصان دہ ہے، تاریخ کا یہ کیسا المیہ ہے کہ جو سنیاسی تھے، وہ سنگھاسن تک پہونچ رہے ہیں اور جنہیں اس روئے زمین کی خلافت سپرد کی گئی تھی وہ اعلان کرتے نظر آتے ہیں کہ ہمارا سیاست سے کچھ لینا دینا نہیں ہے، جب کہ اس دور میں جب بقول مولانا ابوالکلام آزاد گونگے بول رہے ہیں اور بہرے سننے لگے ہیں، ہمیں بھی منصوبہ بندی کرنی چاہیے کہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کے مستقبل کو تابناک بنانے اور ظلم وستم کی گرم بازاری روکنے کے لیے کیا کچھ کرنا ممکن ہے۔

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

قیامت خیز زلزلہ

ترکیہ (سابق نام ترکی) اور شام میں 6/فروری 2023 کو آنے والے پچھتر (75) سیکنڈ کے ریکٹر اسکیل پر 7.8 کی شدت والے زلزلوں نے جو تباہی مچائی ہے، اس نے ہزاروں افراد کو بے گھر کرنے کے ساتھ ترکیہ میں 34870 اور شام میں 29600 افراد کو موت کی نیند سلا دیا، ترکیہ میں 80270 اور شام میں 7280 افراد ایک اندازہ کے مطابق زخمی بھی ہوئے ہیں، 84.1 بلین ڈالر کا نقصان ابتدائی سروے میں سامنے آیا ہے ہے، جس میں مزید اضافہ ہوسکتا ہے۔ فلک بوس عمارتیں ملبوں کا ڈھیر بن گئیں اور لوگ ان کے نیچے دب گئے، بعضوں کے تو پورے خاندان کا صفایا ہوگیا، سخت سردی اور بارش نے ملبوں سے لوگوں کو نکالنے کے عمل کو متاثر کیا ہے، جس تیزی سے اس کام کو ہونا چاہئیے تھا، نہیں ہو پا رہا ہے، اور گزرتے ہوئے شب وروز کے ساتھ ملبوں میں دبے لوگوں کے زندہ نکالے جانے کی امیدیں ختم ہوتی جا رہی ہیں بلکہ ختم ہوگئی ہیں۔

حالانکہ اس وقت ستر ملکوں کے ماہرین کی ٹیمیں اس کام میں لگی ہوئی ہیں، جن میں ہمارا ہندوستان بھی شامل ہے۔ راحت اور بچاؤ کے کاموں میں 60217 افراد اور 4746 گاڑیاں سرگرم عمل ہیں، ہندوستان نے 4C سترہ طیارے ترکیہ بھیجے ہیں جن میں ایک سو آٹھ ٹن سے زیادہ وزنی امدادی پیکج تھے، سو سے زیادہ فوجی اہل کار بھی بھیجے گئے ہیں، تاکہ وہ خصوصی آلات کی مدد سے ملبے میں دبے لوگوں کو نکالنے میں مدد کرسکیں۔ کچھ سدھائے ہوئے کتے بھی بھیجے گئے ہیں تاکہ وہ ملبہ میں دبے زندہ لوگوں کی نشاندہی کرسکیں۔

ترکیہ کے صدر رجب طیب اردگان متاثرہ علاقوں کا دورہ کر رہے ہیں، جو وسائل دستیاب ہیں اس سے سڑکیں بنائی جارہی ہیں، تاکہ امدادی رسد متاثرین تک پہونچ سکے۔

صدر اردگان گھوم گھوم کر لوگوں کو حوصلہ پیدا کرنے کی تلقین کے ساتھ انہیں یقین دلا رہے ہیں کہ ہم کسی کو سڑک کے کنارے کھلے آسمان کے نیچے نہیں چھوڑیں گے، اتنی بڑی اپیل کا نتیجہ بھی سامنے آنے لگا ہے، عالمی بینک نے امداد اور باز آبادکاری کے لیے ایک ارب اٹھہتر کروڑ ڈالر کی امداد کا اعلان کیا ہے، اور اٹھہتر کروڑ ڈالر فوری دینے کی پیش کش کی ہے، یہ ساری رقم مل جائے تو بھی ترکیہ کو اس بحران سے نکلنے کے لیے مزید رقم کی ضرورت پڑیگی، کیوں کہ باز آبادکاری کے لیے چار ارب ڈالر سے زیادہ کی مالیت درکار ہوگی، ترکیہ میں زلزلہ اور اس سے مچنے والی تباہی کوئی نئی نہیں ہے، 1668ء کا زلزلہ جو شمالی اناطولیہ میں آیا تھا، اس نے بڑی تباہی مچائی تھی، 1939ء میں ایرزنکن اور 1999ء میں ازمیت کے زلزلہ کے بعد یہ سب سے تباہ کن زلزلہ ہے۔

دیر سویر ترکیہ اس مصیبت سے باہر نکل آئے گا، لیکن اندیشہ ہے کہ مغربی ممالک اپنے قرضوں اور امداد کے بدلے میں معاہدہ لوزان جو اسی سال 24 جولائی کو ختم ہو رہا ہے، اس کو غیر مؤثر بنانے کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال نہ کرلے۔ اگر ایسا ہوا تو ترکیہ کے لیے ان کے مکر جال سے نکلنا دشوار ہوجائے گا، اور ترکیہ جو اپنے صدر رجب طیب اردگان کی زیر قیادت عظمت رفتہ کی بازیابی کی طرف گامزن تھا، اس میں رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

قرآن مجید- کتاب ہدایت ہے

’’اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ سبحانہ سے شکایت کے طور پر کہیں گے، اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر دیا تھا‘‘ (سورۃ الفرقان، آیت: ۳۰)

وضاحت: اللہ نے بندوں کو جتنی نعمتیں عطا کی ہیں، ان میں قرآن مجید سب سے بڑی نعمت ہے، جس کی تلاوت سے ایک مسلمان خدا سے قریب ہوتا ہے اور خدا اس سے قریب آجاتا ہے، اس لئے قرآن مجید کا پڑھنا، سمجھنا اور پھیلانا سب موجب سعادت اور باعث برکت ہے، مگر دیکھا یہ جارہا ہے کہ بہت سے مسلمان قرآن مجید سے بڑی بے اعتنائی برتتے ہیں، وہ نہ تو توجہ سے قرآن سنتے ہیں اور نہ ہی اس کی تلاوت کرتے ہیں، جب ان کے سامنے قرآن کی تلاوت ہوتی ہے تو غور سے سننے کے بجائے وہ اپنے لایعنی شغل میں منہمک ہو جاتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ حق میں شکایت کریں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن پر ایمان تو رکھتے تھے، مگر وہ نہ تو توجہ سے سنتے تھے، نہ اس کی تلاوت کی پابندی کرتے تھے اور نہ اس کے احکام و تعلیمات پر عمل کرتے تھے، اے میرے رب! آپ کے اس بندہ نے قرآن پڑھنا چھوڑ دیا، اے میرے رب! آپ میرے اور ان کے معاملہ کا فیصلہ فرما دیجئے، علامہ ابن قیمؒ نے لکھا کہ قرآن کو چھوڑ دینا کئی طرح سے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص اسے غور سے نہ سنے اور اس پر ایمان نہ لائے، اپنے تمام معاملات میں اسے فیصل نہ مانے، اس میں غور و فکر نہ کرے اور اپنے روحانی امراض کا علاج اس کے ذریعہ نہ کرائے، یہ سب ترک قرآن کے زمرہ میں شامل ہے، (ماخوذ) آج مسلمان ادبار و تنزلی کا اس لئے شکار ہے کہ اس کی عملی زندگی قرآنی تعلیمات سے یکسر خالی ہے، علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ؎

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول قرآن
گرہ کشا ہے، نہ رازی نہ صاحب کشاف

قرآن، ایک آئینہ ہے، جس میں ہر آدمی اپنی تصویر دیکھ سکتا ہے، اپنی اچھائیاں اور برائیاں جان سکتا ہے اور پھر جائزہ لے کر اپنی اصلاح کی کوشش کر سکتا ہے، اس لئے کہ دنیا کے تمام دستور اور قوانین میں کچھ نہ کچھ جھول اور خامیاں پائی جاتی ہیں، چونکہ وہ وقت اور حالات کے مطابق بدلتے رہتے ہیں، لیکن قرآن کریم یہ وہ دستور حیات ہے، جس میں شمہ برابر کوئی کمزوری نہیں، موجودہ سائنسی دور میں دنیا کے مذاہب اور ان کے رہنماؤں نے اپنے نظریات بدل دیئے، فلسفہ کی تھیوری موسم اور حالات کے تناظر میں ادلتی بدلتی رہی، لیکن قرآن کریم کی کسی بات میں ادنیٰ درجہ کا فرق نہیں آیا، بلکہ اس نے انسانی زندگی میں جو اخلاقی، روحانی، سیاسی اور تمدنی انقلاب برپا کیا، تاریخ عالم میں اس کی کوئی نظیر و مثال نہیں ملتی اور یہی اس کے نزول کا بنیادی مقصد ہے، آج دنیا کی بہت سی قومیں قرآن کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام مشہور زبانوں میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا جا چکا ہے، تاکہ قرآن کے پیغام اور اس کی تعلیمات کو عام کیا جا سکے، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس سے خدا کا قرب نصیب ہوگا، چنانچہ مورخین نے لکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا، عرض کیا کوئی ایسا ارشاد ہو جس سے آپ کا خاص قرب حاصل ہو، ارشاد ہوا کہ تلاوت قرآن کرو، انہوں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے، ارشاد ہوا دونوں طرح، آیئے! ہم بھی قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کریں اور اس کو اپنی زندگی کا ہدایت نامہ بنائیں تاکہ ہمارے مسائل و مشکلات حل ہوں اور ہم ایک زندہ ملت کی حیثیت سے زندگی گذار سکیں۔

آج کا کام- کل پر نہ ٹال

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ’’تم عمل کے لئے انتظار کرتے ہو، اس خوشحالی اور دولت مندی کا جو آدمی کو سرکش کر دیتی ہے، یا انتظار کرتے ہو اس ناداری اور محتاجی کا جو سب کچھ بھلا دیتی ہے، یا انتظار کرتے ہو حالت بگاڑ دینے والی بیماری کا، یا عقل و ہواس کھو دینے والے بڑھاپے کا، یا اچانک آنے والی اور فنا کر دینے والی موت کا، یا تم منتظر ہو دجال کے اور دجال بدترین غائب ہے، جس کا انتظار ہے، یا منتظر ہو قیامت کے اور قیامت بڑا سخت حادثہ اور بڑا کڑوا گھونٹ ہے‘‘ (ترمذی شریف)

مطلب: زندگی کے کچھ لمحات فیصلہ کے لمحات ہوتے ہیں، اگر انسانوں نے ان لمحات کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا، تو یقین مانئے کہ اس کی زندگی ترقی اور خوشحالی سے ہمکنار ہوگی اور اگر ان لمحات کو لایعنی کاموں میں صرف کر دیا تو پھر اس کو ایسا نقصان ہوگا کہ اس کی تلافی بعد میں ناممکن ہو جائے گی، اس لئے اللہ نے جو وقت اور موقعہ دیا، اس کو وقت پر استعمال کیجئے، کل پر اس کو ہرگز نہ ٹالئے، کل کو کس نے دیکھا ہے، زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں، ابھی صحت وتندرستی ہے، مال و دولت کی فراوانی ہے، جوانی اور توانائی ہے، لیکن یہ سب ڈھلتے ہوئے سائے کی مانند ہیں، کیا معلوم یہ سایہ دراز ہوگا یا سکڑ جائے گا، اس لئے دنیا میں کامیاب انسان کی یہی علامت بیان کی گئی ہے کہ وہ وقت پر صحیح فیصلہ لے کر ترقی اور خوشحالی کی شاہ راہ پر گامزن رہے، قومی و رفاہی امور انجام دیئے، دعوت و تبلیغ کے ذریعہ لوگوں کے ایمان و یقین کو پختہ کرے، کتاب و سنت کو اپنی زندگی کے لئے مشعل راہ بنائے اور لوگوں کو بھی اس پر لگانے کی جد و جہد کرتے رہے، جو لوگ فرصت اور فراغت کو غنیمت نہیں سمجھتے ہیں اور اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور تن آسانی میں اپنا وقت گذار دیتے ہیں، گویا وہ اس کے منتظر رہتے ہیں، ان پر بلاؤں اور آفتوں میں سے جب کوئی بلا اور آفت آن پڑے پھر جب وہ جاگیں، مگر وہ وقت نکل چکا ہوگا اور کف افسوس کریں گے کہ کاش! جوانی و توانی کو یاد خدا میں لگایا ہوتا، اب تو جسمانی قویٰ مضمحل ہو چکا ہے، عقل و ہواس کھو بیٹھا، اس دن کے آنے سے پہلے خود کو ابھی سے تیار کر لیجئے اور دعا و مناجات کے ذریعہ اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کیجئے، پیشگی بچاؤ کا یہی مثبت طریقہ ہے، ان طریقوں کو استعمال کر کے مستقبل کے اندیشوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، اسی میں ہوشمندی اور عقلمندی کا راز پوشیدہ ہے، اگر انسان اپنی کوشش جاری رکھے تو یقینی طور پر وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے گا۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

عاریت پر دی ہوئی چیز میں نقصان کا ضمان

س: ایک آدمی مجھ سے موٹر سائیکل لے کر جارہا تھا، راستہ میں اس کا ایکسیڈینٹ ہو گیا، جس میں اس کو چوٹیں آئیں اور موٹر سائیکل کا بھی بہت نقصان ہوا، کیا اس سے موٹر سائیکل کا تاوان لیا جا سکتا ہے؟

ج: عاریت پر لیا ہوا سامان عاریت پر لینے والے کے پاس امانت ہوتا ہے اور امانت کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کی حفاظت میں کمی اور کوتاہی ہوئی ہے تو ضمان و تاوان لازم آئے گا ورنہ نہیں: ’’**والعارية امانة ان هلک من غير تعد لم يضمن**‘‘ (**هدايه: ۳/ ۲۷۹، کتاب العارية**)

لہذا صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ حادثہ شخص مذکور کی غلطی اور کوتاہی سے ہوا ہے تو ایسی صورت میں اس کا تاوان آپ لے سکتے ہیں، شرعاً جائز و درست ہے، لیکن اگر اس میں اس کی غلطی اور کوتاہی کا کوئی دخل نہیں ہے، تو اس کا تاوان وضمان لینا صحیح نہیں ہے۔

طالب علم سے ضبط کردہ موبائل کا حکم

س: مدرسہ میں طالب علموں پر موبائل کے استعمال کی پابندی تھی، ایک طالب علم سے موبائل ضبط کیا گیا، ضبط کرنے والے استاذ نے اس میں سے طالب علم کا سیم نکال کر اپنا سیم لگا دیا اور موبائل کو ذاتی استعمال میں لے آیا، چھٹی کے موقع پر جب طالب علم نے موبائل کا مطالبہ کیا تو استاذ نے کہا: گم ہو گیا ہے، موبائل نیا تھا، جس کی قیمت دس ہزار روپے تھی، سوال یہ ہے کہ استاذ پر ضمان لازم آئے گا یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں مذکورہ موبائل ضبط کرنے والے استاذ کے پاس امانت ہے، جس کا استعمال صاحب موبائل کی خوش دلی و رضامندی کے بغیر استاذ مذکور کے لئے جائز نہیں تھا، اب جبکہ ان کے استعمال کے دوران ضائع ہو گیا تو ایسی صورت میں اس کا تاوان ان پر لازم ہوگا اور اس جیسا موبائل یا اس کی قیمت دینی ہوگی: ’’**اما اذا استعمل الوديع الوديعة بغير اذن ربها فقد اتفق الفقهاء على ان فعله هذا تعد يستوجب ضمانه**‘‘ (**الموسوعة الفقهية: ۴۳/ ۵۵**)

عاریت پر لی ہوئی چیز فروخت کر دینا

س: سلمیٰ نے اپنی دوست رشدیٰ کو اس کی بہن کی شادی کے موقع پر کچھ زیورات استعمال کے لئے دی تھی، سلمیٰ نے کہہ دیا تھا کہ شادی کے بعد واپس کر دینا، لیکن رشدیٰ رکھی رہی پھر کسی موقع پر ضرورۃً ایک زیور (گلے کا ہار) فروخت کر دی، سلمیٰ کے مانگنے پر ٹال مٹول کرتی رہی، سلمیٰ نے جب کچھ سختی کی تو اس نے گلے کے ہار کے علاوہ دیگر زیورات واپس کر دی، اور گلے کے ہار کے بارے میں کہا کہ گم ہو گیا ہے، ایسی صورت میں رشدیٰ پر اس کی قیمت کی ادائیگی لازم ہے یا نہیں؟

ج: صورت مسئولہ میں جبکہ سلمیٰ نے کہہ دیا تھا کہ شادی کے بعد واپس کر دینا اور اس نے شادی کے بعد واپسی کا مطالبہ بھی کیا، لیکن اس کے باوجود رشدیٰ نے واپس نہیں کیا اور ہار گم کر دیا یا فروخت کر دیا، بہرصورت اس پر اس کا تاوان وضمان لازم آئے گا اور ہار کی قیمت کی ادائیگی کرنی ہوگی:

’’**لو حبس العارية بعد انقضاء المدة او بعد الطلب قبل انقضاء المدة يضمن لانه واجب الرد فى هاتين الحالتين لقوله عليه الصلوة والسلام: العارية موداة، وقوله عليه الصلوة والسلام: على اليد مااخذت حتى ترده، ولان حكم العقد انتهىٰ بانقضاء المدة او الطلب فصارت العين فى يده كالمغضوب والمغضوب مضمون الرد قيامه ومضمون القيمة حال هلاكه**‘‘ (**بدائع الصنائع: ۵/ ۳۲۴**)

عاریت پر لینے والے کا مکان میں تعمیر کے بعد واپس کرنا

س: عمران اور عرفان دونوں بھائی ہیں، عرفان معاش کے لئے کناڈا گیا اور وہیں کی شہریت اختیار کر لی، اس کا ایک مکان مظفر پور میں تھا، جس کو اس نے اپنے بھائی عمران کو رہائش کے لئے عاریۃً دیا، جب عمران نے اپنے لڑکے کی شادی کی تو جگہ کی تنگی کی وجہ سے اس نے اپنے بھائی کی اجازت سے اس پر نئی تعمیر کی اور دو روم مع کیچن و باتھ روم بنایا، عرصہ گذرنے کے بعد عرفان نے اپنے لڑکے کو مظفر پور بھیجا، لڑکے نے اپنے چچا سے مذکورہ مکان خالی کرنے کہا، اب اس کی کیا شکل ہوگی، جو مکان اوپر بنا ہے اس کا کیا بنے گا؟

ج: صورت مسئولہ میں مذکورہ مکان جس میں عمران اپنے بھائی کی اجازت سے رہائش پذیر تھا، اس کی حیثیت عاریت کی ہے اور عاریت کا حکم یہ ہے کہ عاریت پر دینے والا جب چاہے اپنا سامان واپس لے سکتا ہے اور اس سے نئی تعمیر کو ہٹوا سکتا ہے، لیکن ظاہر ہے اس سے کسی کو کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ یا تو عرفان اس جدید تعمیر کی قیمت اپنے بھائی کو دے کر خود رکھ لے اور اس عمارت کو ٹوٹنے سے بچا لے، یا عمران اپنے بھائی سے اس کا مکان خرید لے:

’’**وعلى هذا اذا استعار من آخر ارضا ليبنى عليها أو ليغرس فيها ثم بدا للما لک أن يخرجه فله ذالک سواء كانت العارية مطلقة أو موقتة لما قلنا... والمستعير بالخيار ان شاء ضمن صاحب الارض قيمة غرسه وبنائه قائما سليما وترک ذالک عليه... وان شاء اخذ غرسه وبنائه ولاشىء على صاحب الارض، ثم انما يثبت خيار القلع والنقص للمستعير اذا لم يكن القلع أو النقص مضرا بالأرض فإن كان مضرا بها فالخيار للما لک، لان الارض اصل والبناء والغرس تابع لها فكان المالک صاحب اصل والمستعير صاحب تبع، فكان اثبات الخيار لصاحب الاصل أولىٰ، ان شاء امسک الغرس والبناء بالقيمة، وان شاء رضى بالقلع والنقض**‘‘ (**بدائع الصنائع: ۵/ ۳۲۲، کتاب العارية**)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 63/73 شمارہ نمبر 08 مورخہ ۲۸/رجب المرجب ۱۴۴۴ھ مطابق ۲۰/فروری ۲۰۲۳ء روز سوموار

اسلام کی دعوت

دہلی کے رام لیلا میدان میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم کی تقریر تاریخی بھی تھی اور حقیقت کی صحیح ترجمانی بھی، ان کی اس تقریر سے امارت شرعیہ کے قاضی القضاۃ حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ تقریر یاد آ گئی جو انہوں نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے اجلاس بنگلور میں کی تھی اور لال کرشن اڈوانی اور ان کے ہم نواؤں کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی، قاضی صاحبؒ کی جانب سے یہ دعوت اس قدر مؤثر تھی کہ اگلے دن سارے اخبارات کی وہ شہ سرخی بن گئی تھی، حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہ نے یہ دعوت ایسے وقت پیش کی جب مختلف مذاہب کے پیشوا اسٹیج پر رونق افروز تھے، جین دھرم کے پیشوا کو یہ بات راس نہیں آئی اور اس نے دوبارہ مائیک پر آکر احتجاج درج کرایا اور اس پوری تقریر کو بکواس قرار دے کر چلتا بنا، یہ مسلمانوں کا ظرف تھا کہ بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود اس کے خلاف کوئی شور شرابہ نہیں ہوا، اسے اپنی بات کہنے کا موقع دیا اور صبر وضبط کے ساتھ سن لیا، اگر جین منی کی تقریر پر مسلمان مشتعل ہوتے تو بات بہت بڑھ جاتی، مسلمانوں کے اس طرز عمل سے یہ پیغام گیا کہ یہ جذباتی قوم نہیں ہے اور اسے بڑوں کے اشاروں کو سمجھنا اور اسکے مطابق عمل کرنا آتا ہے، برداشت اور تحمل کی اس ادا نے غیر مسلم پیشواؤں کو مولانا ارشد مدنی کی حمایت میں کھڑا کر دیا اور ان کے بیانات حمایت میں اس قدر آئے کہ جین منی کو معافی مانگنی پڑی اور گودی میڈیا کے ٹرائل کے باوجود حق غالب آیا اور باطل نے دم توڑ دیا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا. ’’حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو مٹنے ہی کے لیے ہے۔‘‘

اس قضیہ سے مسلمانوں کو بھی سبق ملا، ان میں سے ایک بڑا سبق یہ ہے کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بانی اسلام کہہ کر، لکھ کر اور اشتہارات دے دے کر غلط فہمیاں پیدا کرنے کا کام کیا ہے، ہمارے اس عمل سے غیر مسلموں میں یہ پیغام گیا کہ اسلام صرف چودہ سو چوالیس سال پرانا ہے، اس کے مقابل دوسرے مذاہب قدیم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کے ہیں، حالاں کہ اسلام اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے، اس کے بانی رسول و نبی میں سے کوئی نہیں ہے روئے زمین پر آنے والے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام اسلام ہی کی تبلیغ کرتے تھے اور لوگوں کو اللہ کی عبادت کی تلقین کرتے تھے، وہ اللہ کے احکام لوگوں کو سناتے تھے، خود اسلام کے بانی نہیں تھے، اللہ رب العزت کے نزدیک کل بھی دین اسلام ہی دین تھا اور لوگ اسی پر چلا کرتے تھے، آج بھی دین اسلام ہی دین ہے اور اسے قیامت تک باقی رہنا ہے، پھر حضرت آدم کی ذریت نے خواہشات نفس کی پیروی شروع کی، اسلامی عبادت سے گریز کیا اور بدلتے چلے گئے، اس تبدیلی کو پھر سے صراط مستقیم کی طرف گامزن کرنے کے لیے انبیاء ؑ اور رسل آتے رہے، سب کا دین اسلام ہی تھا، کوئی دوسرا نہیں، آخر میں اس اسلام کا آخری ایڈیشن آقا ومولا فخر موجودات، سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا اور اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے باقی رکھنے کے سامان خود اللہ رب العزت کی جانب سے کیے گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی محفوظ کرائی گئی، اور قرآن کریم کو بھی تغیر وتبدل سے ماوریٰ بنایا گیا، اسلام کی یہ وہ حقیقی تصویر ہے جس کو غیر مسلم اور ان کے پیشوا نہیں جانتے، وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے بانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، وہ اسے الٰہی مذہب نہیں مانتے اور اسے اپنے مذہب کی طرح ہی تصور کرتے ہیں؛ حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ جین مذہب بھی مہا بیر کو اس کا بانی نہیں مانتا؛ کیوں کہ مہا بیر ان کے نزدیک اس مذہب کے چودہویں تیرتھنکر تھے، سکھوں کے یہاں مذہب کے بانی کا مقام گرونانک کو حاصل ہے، اس کے بعد ان کے یہاں دس گرو ہوئے اور دسویں گرو کے بعد یہ رواج ان کے یہاں اختتام پذیر ہو گیا، اب ان کے یہاں مذہب کی تشریح کرنے کے لیے پنچ پیارے ہوا کرتے ہیں، بودھوں کے یہاں بھی مہاتما بدھ کی جانشینی کا تصور نہیں ہے، ان کے معتقد بھکچھو کہلاتے ہیں اور دلائی لامہ ان کے مذہب کے بڑے پیشوا تصور کیے جاتے ہیں، ہندوؤں کے یہاں بھی ایشور ایک ہی ہے اور یہ جتنے دیوی دیوتا ہیں وہ ان کی مختلف صفات کا مظہر ہیں۔

دین اسلام اللہ کا دین ہے، اس کا کوئی انسان بانی نہیں ہے، حالات اور زمانہ کے اعتبار سے انبیاء ورسل مختلف علاقوں میں اللہ نے بھیجے، ان کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے، ہمارے آقا ومولا فخر موجودات، سرور کونین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری رسول ہیں، ان کے بعد کوئی دوسرا نبی ورسول نہیں آئیگا۔ قرآن کریم آخری کتاب الٰہی ہے، جس کے بعد کوئی کتاب نہیں آئے گی، اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی تبدیلی ممکن ہے، یہ پیغام برادران وطن تک پہونچانا وقت کی ضرورت ہے اور یہی ہماری دعوت کا مرکز ومحور ہے۔

کوڑے دان میں دم توڑتے بچے

بغیر شادی کے بچوں کی پیدائش میں ہندوستان جیسے ملک میں اضافہ ہو رہا ہے، ’’لیوان ریلیشن شپ‘‘ کے قانونی جواز کی وجہ سے بھی یہ تعداد بڑھ رہی ہے، ناجائز حمل ہمارے سماج میں اس گئے گزرے دور میں بھی لائق ملامت ہے، اس لیے ایسے بچوں کو اپنی حرام کاری کو چھپانے کے لیے پیدا ہوتے ہی جنگل جھاڑی یا کوڑے دان میں پھینک دیا جاتا ہے، قسمت نے یاوری کی تو بچہ کسی انسان کے ہاتھ لگ کر زندہ رہتا ہے، ورنہ جانور اسے اپنی خوراک بنا لیتے ہیں اور بچہ کی زندگی کا چراغ گل ہو جاتا ہے، پھینکے جانے والے بچوں میں ایک بڑی تعداد ان چاہے بچوں اور بچیوں کی بھی ہوتی ہے، مسلسل بچیوں کی پیدائش سے تنگ آکر پھینکے جانے والی بچیوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے، نیشنل کرائم ریکارڈ بیورو کی رپورٹ کے مطابق مہاراشٹر میں کوڑے دان میں ملے بچوں کی تعداد 240212، مدھیہ پردیش میں 224277، گجرات میں 149146، اتر پردیش میں 127163، کرناٹک میں 113171 ہے، ان میں ستر فیصد معصوم بچیاں ہیں، جن میں ایک بڑی تعداد ان بچیوں کی ہے جن کو ان کے والدین نے ہی کوڑے خانے کی نذر کر دیا۔

ہندوستان کی تمام ریاستوں میں کم وبیش اس قسم کی صورتحال پائی جاتی ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ماؤں میں بھی پہلے سی ممتا نہیں رہی، پہلے بچوں کو ماؤں کے آنچل کا سایہ ملتا تھا، اب مائیں جینز پینٹ اور اسکرٹ میں آ گئی ہیں دوپٹہ سروں سے غائب ہونے کی وجہ سے یہ سایہ بھی بچوں سے چھنتا جا رہا ہے۔

جس بے دردی سے ان بچوں کو جنگل اور کوڑے دان میں پھینکا جاتا ہے، اس کی وجہ سے ننانوے فیصد بچوں کو چاہ کر بھی بچانا ممکن نہیں ہوتا؛ کیوں کہ وہ کھلے میں پڑے ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کے انفیکشن اور جراثیم کا شکار ہو جاتے ہیں، ایسے بچوں کی تعداد ہندوستان میں تین کروڑ سے زیادہ بتائی جاتی ہے، یورپ اور مغربی ممالک میں یہ تناسب ہندوستان سے کہیں زیادہ ہے اور قدیم بھی، اس لیے وہاں اٹھارہویں صدی عیسوی سے ہی پھینکے گئے بچوں کو بچانے کی مہم شروع کی گئی اور اسے بے بی ہیچز (Baby hatches) کا نام دیا گیا تھا، یہ ایک پالنا ہوتا ہے جس کا ایک سرا ہاسپٹل سے مربوط ہوتا ہے، جیسے ہی کوئی بچہ اس پر رکھا گیا، الارم کی گھنٹی ہاسپٹل میں بجتی ہے اور ڈاکٹروں کی ٹیم اس کو بچانے کے لیے سرگرم عمل ہو جاتی ہے، 1991ء میں اس کی شروعات تمل ناڈو میں جے للیتا نے کی تھی اور اب اسے کریڈل بے بی اسکیم (Cradle Baby Scheme) کے تحت کیا جا رہا ہے، یہ تجربہ وہاں انتہائی کامیاب رہا اور گذشتہ پچیس سالوں کے اعداد وشمار کو دیکھیں تو اس مہم کے تحت پانچ ہزار بچوں کو بچانا ممکن ہو سکا۔ مرکزی حکومت کی جانب سے اس کام کے لیے وزارت برائے وومن اینڈ چائلڈ ڈیولپمنٹ کے تحت ہر ضلع میں کریڈل بے بی رسپشن سنٹر (Cradle Baby Reception Centre) موجود ہے اور سرکاری وغیر سرکاری اڈاپشن ایجنسیز (Adoption agencies) کے ذریعہ ایسے بچوں کے تحفظ کا نظم کیا جاتا ہے۔ اگر کسی بچے کو کسی نے گود نہیں لیا تو ایسے بچوں کی فوسٹر ہوم (Foster Home) چھ سال کی عمر تک پرورش وپرداخت کرتا ہے اور اس کے بعد انہیں بچوں کے گھر میں بھیج دیا جاتا ہے، جہاں وہ اٹھارہ سال تک سرکاری صرفہ پر زندگی گزارتے ہیں، وہاں ان کی پیشہ ورانہ تربیت کی جاتی ہے اور اٹھارہ سال کے بعد وہ اپنا معاش خود حاصل کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں۔

معاشی کساد بازاری اور ذمہ داریوں سے پہلوتہی کے عمومی مزاج کی وجہ سے ہندوستان میں بچوں کو گود لینے کا رجحان کم ہوتا جا رہا ہے، سنٹرل اڈاپشن ریسورس اتھارٹی (CARA) کے مطابق 2021-22 میں 2991 بچوں کو ہی گود لیا جا سکا، جن میں 1293 لڑکے اور 1698 لڑکیاں تھیں، 414 بچوں کو گود لینے والے غیر ملکی تھے، یہ صورت حال اس وقت ہے جب ہندوستان میں کم وبیش پندرہ فیصد شادی شدہ جوڑے لاولد ہیں، جن کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق تیس ملین ہے۔

مسلمانوں کے درمیان اس قسم کے واقعات نسبتاً کم ہیں، کیوں کہ اسلام کے نزدیک نومولود کو کوڑے دان اور جنگلوں میں پھینکنا گناہ عظیم ہے، اور ایسے بے سہارا بچوں کی کفالت اور پرورش وپرداخت ثواب کا کام ہے۔ اڈیشہ کے بسرا سندر گڑھ میں دشا نام سے ایک ایسا ادارہ آزاد بھائی نے قائم کیا ہے، جس میں پھینکے ہوئے نومولود بچوں کی پرورش وپرداخت اور پھر ان کی تعلیم وتربیت کا نظم کیا جاتا ہے، ان نومولود بچوں کی خدمت کے لیے عورتوں کو ملازمت پر رکھا گیا ہے، جو ان کی ضرورتوں کا دھیان رکھتی ہیں، وقت پر انہیں دودھ پلاتی ہیں اور ماؤں کی طرح ان کی غلاظتیں صاف کرتی ہیں، پڑھ لکھ کر جب یہ بچے، بچیاں شادی کے لائق ہو جاتی ہیں تو ان کی شادیاں کر دی جاتی ہیں، اس ادارہ کا تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ بھی ایک کرنے کا کام ہے، اس کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہم بہت سارے بچوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کر سکیں گے، ان کی پرورش وپرداخت اسلامی انداز میں کر کے انہیں اچھا مسلمان اور بہتر شہری بنا سکیں گے، یہ مسئلہ کا حل بھی ہے اور ثواب کا ثواب بھی، ہم خرمہ وہم ثواب کا استعمال ایسے ہی موقع پر کیا جاتا ہے۔

بی بی سی کے دفاتر پر چھاپے

14 فروری کو محکمہ انکم ٹیکس نے بی بی سی کے دہلی اور ممبئی کے دفاتر پر ایک ساتھ چھاپا مارا اور یہ کارروائی تین دنوں تک جاری رہی، محکمہ نے اسے سروے کا نام دیا ہے، خدا معلوم یہ کیسا سروے ہے جو چھاپے کی شکل میں ہو رہا ہے، بی بی سی کے ملازمین کے فون، لیپ ٹاپ اور دوسری اشیاء جمع کرا لیے گئے ہیں، اس اہم واقعہ پر امریکہ اور خود برطانیہ نے کوئی بیان جاری نہیں کیا ہے، البتہ بی بی سی نے اپنے ملازمین کو جانچ میں تعاون کرنے کو کہا ہے اور جو لوگ جانچ کے دائرے میں نہیں ہیں ان کو گھر سے کام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

بی بی سی پر یہ کارروائی ایک ایسے وقت میں ہوئی ہے، جب گجرات فساد پر اس کی دستاویزی فلم کو دکھانے پر مرکزی حکومت نے پابندی لگا رکھی ہے، پابندی کے بعد بھی بعض تعلیمی اداروں میں اسے دکھانے کی کوشش کی گئی اور نوجوانوں نے اسے دیکھنے پر زور دیا، تو حکومت نے طاقت کے بل پر انہیں روکا، اس کارروائی کو عام لوگ حکومت کی جانب سے انتقامی کارروائی قرار دیتے ہیں اور عام لوگوں کے نزدیک یہ میڈیا کے ساتھ حکومت کا غیر جمہوری اور آمرانہ سلوک ہے، اظہار رائے کی آزادی کے نام پر مسلمانوں کی دل آزاری کرنے والا گروہ گجرات فساد پر بی بی سی کی دستاویزی فلم کو برداشت نہیں کر پا رہا ہے، اپنے پر پڑتی ہے تو اظہار رائے کی آزادی کا مفہوم بدل جاتا ہے، محکمہ انکم ٹیکس کے نزدیک یہ سروے بین الاقوامی ٹیکس چوری سے متعلق ہے، یہ جانچ اسی سلسلہ میں کی جا رہی ہے۔

ہندوستان میں بی بی سی پر اندرا گاندھی کے دور حکومت میں پابندی لگی تھی؛ لیکن اس پر چھاپہ ماری کا عمل اس بار کی طرح نہیں ہوا تھا، اس واقعہ پر حکومت اور حزب مخالف آمنے سامنے ہے، حکومت اس چھاپے کو حق بجانب قرار دینے کے لیے اپنی ساری طاقت صرف کر رہی ہے اور گودی میڈیا حسب سابق حکومت کے اس موقف کے ساتھ ہے، جب کہ حزب مخالف اسے جمہوری اقدار کے خلاف میڈیا کی آزادی پر حملہ قرار دے رہا ہے۔

اس چھاپے سے اتنی بات تو صاف ہو گئی ہے کہ جس طرح مرکزی حکومت اپنے مخالف سیاست داں اور بیوروکریٹ کو آئی بی، سی آئی ڈی، سی بی آئی کے ذریعہ ہراساں کرتی رہتی ہے اسی طرح اب وہ غیر ملکی ایجنسیوں کو بھی ہراساں کر رہی ہے، تا کہ وہ حکومت اور وزیر اعظم کے خلاف اپنی تحقیقات پیش کرنے سے گریز کریں، اور حقائق لوگوں کے سامنے نہ آ سکیں۔ یہ کارروائی اگر حق بجانب ہو تو بھی جس وقت میں یہ چھاپہ ماری ہوئی ہے، اس کا پیغام عام لوگوں تک یہی گیا ہے۔

یادوں کے چراغ

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

امجد اسلام امجد

مشہور شاعر، ڈرامہ اور کالم نگار امجد اسلم امجد کا گذشتہ دنوں 10؍فروری 2023ء بروز جمعہ لاہور میں انتقال ہوگیا، انہیں سونے کی حالت میں دل کا دورہ پڑا اور صبح وہ اپنے بستر پر اس حالت میں پائے گئے کہ ان کی روح قفص عنصری سے پرواز کر چکی تھی، انہوں نے اپنے پیچھے ایک لڑکا علی ذیشان اور دو لڑکیوں کو چھوڑا۔ وہ ستارہ امتیاز سے 1968ء میں، حسن کارکردگی ایوارڈ سے 1987ء اور نگار ایوارڈ سے دوبار نوازے جاچکیتھے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سارے ایوارڈ، اعزاز وانعامات ان کی جھولی میں آگرے تھے۔ ان میں 23؍دسمبر 2019ء کو ترکی کا اعلی ثقافتی اعزاز نجیب فاضل انٹرنیشنل کلچر اینڈ آرٹ ایوارڈ بھی شامل ہے۔

امجد اسلام امجد کی پیدائش 4؍اگست 1944ء کو غیر منقسم ہندوستان کے شہر لاہور میں ہوئی، 1967ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو میں کیا، 1968ء سے 1975ء تک ایم اے او کالج لاہور کے شعبہ اردو میں تدریسی خدمات انجام دیں، 1975ءمیں وہ پنجاب آرٹ کونسل کے ڈپٹی ڈائرکٹر بنائے گئے، لیکن 1990ء میں پھر سے ایم اے او کالج واپسی ہوئی اور شعبہ تدریس سے منسلک ہو گئے۔ وہ پاکستان ٹیلی ویزن سے منسلک ہوتے ہوئے چلڈرن کمپلکس کے پروجیکٹ ڈائرکٹر بھی تھے، ان تمام مشغولیات کے باوجود انہوں نے پچاس سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

امجد اسلام امجد نے ادبی دنیا میں شاعر، ڈرامہ نگار اور نقاد کی حیثیت سے خوب نام کمایا، وارث، دن اور فشار ان کے مشہور ڈرامے ہیں، ان کا شعری مجموعہ برزخ، ذرا پھر سے کہنا، ساحلوں کی ہوا، زندگی کے میلے میں اور جدید عربی نظموں کے تراجم عکس اور افریقی شعراء کی نظموں کا ترجمہ کالے لوگوں کی روشن نظمیں کے نام سے شائع ہوکر مقبول ہوئے۔ ان کے تنقیدی مضامین کا مجموعہ تاثرات کے نام سے منظر عام پر آیا۔ امجد اسلام امجد نے ڈرامہ نگاری میں اپنی مہارت کے جو نقوش چھوڑے ہیں وہ برسوں دیکھنے والے کے ذہن سے محو نہیں ہوں گے۔

امجد نے جمالیاتی شاعری کے حوالہ سے اپنی شناخت بنائی اور یہی ان کی شاعری کے میدان میں شہرت کا سبب بنی، ان کی نظموں میں جو صوتی ہم آہنگ، تازہ کاری، توانائی اور فکری تنوع ہے، اس کی مثال نایاب تو نہیں کم یاب ضرور ہے۔ ان کی شاعری کے قدرداں عوام اور خواص دونوں تھے کیوں کہ وہ روزمرہ پیش آنے والے واقعات سے شاعری کا مواد حاصل کرتے تھے اور اسے فلسفہ بنائے بغیر پیش کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ ان کی شاعری نے ایک نسل کی فکری آبیاری کی۔

پاکستانی ٹیلی ویزن کے لیےش انہوں نے کئی کامیاب سیریز لکھے، جن میں دہلیز، سمندر، رات، وقت، اور اپنے لوگ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ امجد اسلام امجد دراصل اس وقت پاکستانی ادب کا چہرہ تھے، ایک ایسا چہرہ جس کو پاکستان سے باہر مختلف اصناف ادب میں خدمت کی وجہ سے وقار واعتماد حاصل تھا، وہ معروف بھی تھیاور مقبول بھی، انہوں نے ادب کی دنیا میں بہت لوگوں کو آگے بڑھایا، وہ باصلاحیت لوگوں کی قدر کرتے اوران کے بس میں جس قدر ہوتا آگے بڑھانے کی کوشش ہی نہیں جتن بھی کیا کرتے تھے۔ آج کے اس دور میں جب بیش تر بڑے برگد کا پیڑ بنے بیٹھے ہیں، ان کے زیر سایہ کوئی تناور درخت نہیں اگ نہیں سکتا، وہ اپنی ہی سونڈ زمین میں گاڑنے پر یقین رکھتا ہے ایسے میں امجد اسلام امجد کا یہ طریقہ کار قابل ستائش بھی تھا اور لائق تقلید بھی۔

امجد اسلام امجد مجلسی آدمی تھے، ان کی گفتگو برجستہ اور بذلہ سنج ہوا کرتی تھی، انہیں مجلس کو قہقہہ زار بنانا بھی خوب آتا تھا، انہیں اپنے فن اور مقبولیت پر غرور بھی نہیں تھا، وہ ہر اہل قلم کی قدر کرتے تھے اور اپنے سے چھوٹوں کی عزت کرتے تھے، یہ عزت اور پذیرائی کا سلسلہ خورد نوازی کے آخری مرحلہ تک جاپہونچتا تھا۔

ہندوستان، پاکستان کے درمیان سرحدی خلیج کی وجہ سے میرا ان سے ملنا کبھی نہیں ہوا، ہندوستان مختلف موقعوں سے ان کا آنا ہوا؛ لیکن ان مواقع کا استعمال ملاقات کے لئے میں نہیں کر سکا، البتہ ان کی تخلیقات کو مختلف رسائل وجرائد میں پڑھتا رہا، اس سے ان سے ایک ذہنی قربت سی ہوگئی تھی، ان کے بعض اشعار نے اس قدر متاثر کیا کہ وہ آج بھی ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ ہیں، ان کے انتقال کی خبر سن کر وہ سب نہاں خانوں سے باہر آنے کے لئے بے چین ہیں، کچھ آپ بھی پڑھ لیجئے: کیونکہ شاعر پر کوئی تحریر نمونہ کلام کے بغیر ادھوری رہ جاتی ہے، امجد اسلام امجد کے یہ اشعار ان کی ذہنی رو اور عصری حسیت کے عکاس ہیں۔

میرے کاسہ شب و روز میں کوئی شب ایسی بھی ڈال دے
سبھی خواہشوں کو ہرا کرے سبھی خوف دل سے نکال دے

امجد کی ذہنیت کو سمجھنے کے لئے اس شعر کو بھی پڑھئے۔

ممکن نہیں ہے مجھ سے یہ طرز منافقت
دنیا تیرے مزاج کا بندہ نہیں ہوں میں
صدیاں جن میں زندہ ہوں وہ سچ بھی مرنے لگتے ہیں
دھوپ آنکھوں تک آجائے تو خواب بکھرنے لگتے ہیں

واقعہ یہ ہے کہ امجد اسلام امجد کا اس دنیا کو چھوڑ جانا شعر وادب، ڈرامے اور کالم نگاری کا بڑا نقصان ہے، اللہ جب کسی کو اٹھاتا ہے تو اس کی تلافی کی شکلیں پیدا کرتا ہے۔ علم وادب تنقید کے میدان میں آج کل جو ادباء اور اہل قلم سرگرم ہیں وہ اس کی تلافی بھی کریں گے۔ اللہ رب العزت امجد اسلام امجد کی مغفرت فرمائے اور ان کے گناہوں کو معاف فرمائے، اب یہی دعا ان کے لئے مفید اور کارگر ہے۔ ہم نے دعا کر دیا آپ بھی کر دیجئے۔

کتابوں کی دنیا

: ایڈیٹر کے قلم سے

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

غنچۂ ادب

جناب قمر اعظم، قمر اعظم صدیقی کے قلمی نام سے مشہور ہیں، ولادت 26 دسمبر 1983 کی ہے، شہاب الرحمٰن صدیقی بن عبد الوہاب مرحوم کے صاحبزادہ ہیں، بھیرو پور ضلع ویشالی آبائی وطن ہے، تعلیم ایم اے اردو ہے اور مشغلہ تجارت، گذشتہ پانچ سالوں کے اندر ویشالی ضلع کے ادبی افق پر جو چند نام ابھر کر سامنے آئے ان میں قمر اعظم صدیقی کا نام نمایاں ہے، تجارت کے ساتھ ادب کا بھی شعور ان کے اندر ہے، اس کا احساس وادراک کم لوگوں کا تھا، والد اسکول میں ماسٹر تھے اور نانی ہال میں انوار الحسن وسطوی جیسے علم وادب اور اردو تحریک کے فعال رکن ان کے ماموں ہیں، ماموں زاد بھائیوں میں مظہر وسطوی شاعری اور عارف حسن وسطوی اردو تنقید کے حوالے سے تیزی سے ابھر رہے ہیں، اس طرح دیکھیں تو قمر اعظم صدیقی کو اردو زبان میں لکھنا پڑھنا ورثہ میں ملا ہے، لیکن وہ اس طرف پہلے متوجہ نہیں تھے، اب تو ایسا ایسا لگتا ہیکہ وہ تجارت کم کرتے ہیں اور علم وادب کی مشاغلی مین زیادہ وقت لگاتے ہیں، ایس آر میڈیا کے نام سے ان کا اپنا پورٹل ہے، جس کے وہ بانی بھی ہیں اور ایڈمن بھی، اردو پورٹل کے لیے انگریزی نام کچھ اٹ پٹا سا لگتا ہے، لیکن والد کی محبت میں انہوں نے ایسا کیا ہے، یہ دراصل ان کے والد کے نام کے دو اجزاء شہاب کے "اس" اور رحمٰن کے " آر" سے مرتب ہے، ان کی والدہ کا نام شاکرہ ہے تو اس سے اشارہ والدین کے ناموں کی طرف بھی ہوسکتا ہے، تھوڑا اور دماغ لڑائیں تو "اس" سے شاکرہ اور " آر" سے رحمٰن تک بھی پہونچ سکتے ہیں، یہ سب آپ کی ذہن رسا پر موقوف ہے کہ آپ "اس آر" سے کیا سمجھتے ہیں۔

غنچۂ ادب انہیں قمر اعظم صدیقی کے مضامین کا مجموعہ ہے، مجموعہ کا انتساب انہوں نے دادا، دادی، نانا نانی مرحومین کے نام کیا ہے اور اللہ سے ان کی قبروں کو نور سے بھرنے کی دعا مانگی ہے، کتاب کے مشمولات پر نظر ڈالیں تو حرف چند ڈاکٹر ابراہیم افسر کا ہے، اپنی بات میں مصنف نے اس کتاب کے خدوخال پر روشنی ڈالی ہے، کتاب کے مشمولات کو بغیر باب کا عنوان لگائے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، پہلا حصہ شخصیات کے لیے مختص ہے، پہلا مضمون علامہ اقبال پر ہے، جس میں علامہ اقبال کی شخصیت اور فکر وفن پر مختصر گفتگو کی گئی ہے اور اسے ایک مطالعہ کا نام دیا گیا ہے، ماہر القادری کی شخصیت اور کارنامے پر دوسرا مضمون ہے، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کی شخصیت تک بھی مطالعہ کے ذریعہ پہونچنے کی کوشش کی گئی ہے، مولانا محمد ولی رحمانی سے دید وشنید کا تعلق رہا ہے، دید کا مطلب دیکھا اور شنید کا مطلب سنا ہے، یعنی ملاقات کا موقع ان دونوں بزرگوں سے نہیں ملا، لیکن احساسات وتاثرات دیکھنے سننے کے محتاج نہیں ہوتے، یہ تو خالص ذوق ووجدان کی بات ہوتی ہے، یہ وجدان کبھی کبھی اس قدر قوی ہوتا ہے کہ ان دیکھے لوگوں کے بارے میں بھی یہ احساس جاگ جاتا ہے کہ کہیں کی ملاقات ہے، حالاں کی یقینی طور پر اس شخص سے ملاقات کی نوبت کبھی نہیں آئی ہوتی ہے، اہل علم اور اسرار ورموز کے واقف کار بتاتے ہیں کہ یہ ملاقات دراصل ''عہد الست'' کی ہوتی ہے، جب اللہ رب العزت نے تمام ارواح کو جمع کر کے اپنے رب ہونے کا اقرار لیا تھا، اس مجمع میں جو روحیں ایک دوسرے سے قریب تھیں، دنیا میں ان کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ ان کو کہیں دیکھا ہے، مولانا ولی رحمانی صاحب سے ملاقات تو مصنف کی کبھی نہیں ہوئی لیکن دیکھنے اور سننے کے مواقع ملتے رہے، اس لیے ان پر تاثرات رقم کرنے میں مصنف کو کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑا، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی کو دیکھنا، سننا مقدر میں نہیں تھا، اس لیے جتنا کچھ انہیں پڑھ کر جانا اسے مصنف نے اپنے اس مضمون کا حصہ بنا دیا ہے، بقیہ اس حصہ کی تین شخصیات میں داؤد حسن مصنف کے نانا، ڈاکٹر ممتاز احمد خان استاذ کے استاذ اور ڈاکٹر مشتاق احمد مشتاق مصنف کے استاذ رہے ہیں، اس لیے ان شخصیات سے تعلق مضبوط اور مستحکم رہا ہے، اس لیے مصنف نے ان حضرات کے بارے میں اپنے تاثرات مشاہدات، تعلقات اور تجربات پر کھل کر گفتگو کی ہے، جس میں کہیں کہیں داستان نگاری کا رنگ وآہنگ پیدا ہو گیا ہے۔

دوسرے حصہ میں صحافت سے متعلق صرف ایک مضمون اردو میں سرگرم سائنس اور پورٹل کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے، یہ ایک اچھوتا مضمون ہے، اس پر لوگوں نے خامہ فرسائی نہیں کی ہے، اس لیے یہ مضمون انتہائی معلوماتی ہے، آن لائن کام کرنے والوں کو مختلف پورٹل اور ویب سائٹ سے اس مضمون میں متعارف بھی کیا گیا ہے اور ان کے پتے اور میل آئی ڈی بھی دستیاب کرائے گیے ہیں، اردو صحافت کے دوسو سال پورے ہونے پر اردو صحافت کے حوالہ سے صفدر امام قادری نے جو کتاب مرتب اور شائع کی ہے، اس میں بھی یہ مضمون شامل ہے۔

تیسرا حصہ تبصروں کے لیے وقف ہے، اس مین سات مصنف کی کتابوں پر تبصرہ شامل ہے، انوار الحسن وسطوی کی کتاب آتی ہے ان کی یاد، انور آفاقی کی میزان فکر وفن، ڈاکٹر بدر محمدی کی ہم عصر شعری جہات، ڈاکٹر منظر نازنین کی تعلیم اور کیریر، ڈاکٹر عارف حسن وسطوی کی عکس مطالعہ، مظہر وسطوی کی پتے تفہیم پر مصنف نے اظہار خیال کیا ہے اس حصہ کا آغاز ڈاکٹر خالد حسین کی کتاب جہان ادب کے سیاح ڈاکٹر امام اعظم سے ہوا ہے، یہ تحریریں ایک ایسے قاری کی ہیں جو تنقید وتبصرہ کی دنیا میں نو وارد ہے، لیکن اس کا شعور پختہ ہے اور قلم سیال۔ ان تبصروں کو انہوں نے محنت سے لکھا ہے اور جناب انوار الحسن وسطوی کے ذریعہ نوک وپلک کی درستگی نے اسے معیاری بنا دیا ہے۔

کتاب اس لائق ہے کہ مطالعہ کے شوقین اسے پڑھیں بھی اور اپنی لائبریری کی زینت بھی بنائیں، کتاب پریس جارہی ہے، قیمت لاگت کے حساب سے ہوا کرتی ہے، اس لیے قیمت درج نہیں ہے، المنصور ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر ٹرسٹ کے زیر اہتمام چھپنے والی اس کتاب کی کمپوزنگ محمد عرفان قاسمی امام مسجد بلال امیر خسرو نگر مظفر پور نے کیا ہے، ملنے کے پتے پانچ ہیں، بک امپوریم سبزی باغ پٹنہ، رحمان منزل بھیرو پور حاجی پور اور نور اردو لائبریری حسن پور گنگھٹی بکساما ویشالی 844122 سے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اردو کے مصنفین کتاب کے معاملہ میں سخی ہوتے ہیں، آپ تک مفت میں پہونچ جائے اس سے بھی انکار نہیں کر سکتے ہیں۔

حکایات اہل دل

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ ہے کہ ان کو کسی نے بعد وفات خواب میں دیکھا، پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، فرمایا مجھ سے سوال ہوا تھا کہ ہمارے واسطے کیا لائے؟ میں نے سوچا کہ اوراعمال تو میرے ناقص ہیں ان کا تو کیا نام لوں، البتہ میں مسلمان ہوں اور بحمداللہ توحید میری کامل ہے، اس کو پیش کردوں، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ توحید لایا ہوں، ارشاد ہوا "اما تذکر لیلة اللبن" (دوودوھ والی رات بھی یاد نہیں رہی) یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ تھا کہ ایک رات حضرت بایزید بسطامیؒ نے دودھ پیا تھا، اس کے بعد پیٹ میں درد ہوگیا تھا تو آپ کے منہ سے نکل گیا کہ دودھ پینے سے پیٹ میں درد ہوگیا، اس پر مواخذہ (پکڑ) ہوا کہ تم نے درد کو دودھ کی طرف منسوب کیا، کیا یہی توحید ہے، جس کو تم ہمارے واسطے لائے ہو کہ دودھ کی طرف درد کی نسبت کرتے ہو، حضرت بایزیدؒ یہ سن کر گھبرا گئے اور عرض کیا، الٰہی! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں، ارشاد ہوا کہ راہ پر آ گئے تو جاؤ اب ہم تم کو ایسے عمل سے بخشتے ہیں، جس پر تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ اس سے بخشش ہوجائے گی وہ یہ کہ تم نے ایک رات ایک بلی کے بچے کو سردی میں اکڑتے ہوئے دیکھا تھا تم کو اس پر رحم آیا اور اپنے لحاف میں لاکر سلالیا، اس بچے نے دعا کی کہ اے اللہ! اس کو ایسے ہی راحت دیجئے، جیسے اس نے مجھے راحت دی، جاؤ آج ہم تم کو اس بلی کے بچے کی دعا سے بخشتے ہیں، سارے مراقبے اور مجاہدے ایک طرف رہ گئے اور ایک بلی کے بچے کی سفارش سے بخشے گئے۔

فائدہ: اسباب میں فی نفسہٖ کچھ تاثیر نہیں، یہ تو محض علامات وامارات ہیں، مؤثر حقیقت میں حق تعالیٰ ہیں اور گو آثار کی نسبت اسباب کی طرف کردینا شرعاً جائز ہے، مگر کاملین سے بعض مباحات پر بھی مواخذہ ہوتا ہے، کیونکہ ان کی نظر حقیقت پر ہوتی ہے، پھر وہ اسناد مجازی کا استعمال کس لئے کرتے ہیں، ان کو ہمیشہ اسنادِ حقیقی کا لحاظ کرنا چاہئے۔ (حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات)

اعتماد علی اللہ

بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پاس ایک شخص ڈھیروں رقم لایا، مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا، عرض کیا "اگر خود نہیں لیتے تو طلبہ میں تقسیم فرمادیں"۔ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ یہ کام آپ خود بھی انجام دے سکتے ہیں، جب بانی دارالعلوم مسجد میں درس دینے لگے تو جوتے اتار کر بار ہر رکھ دیئے تو اس عقیدت مند نے وہ رقم جوتوں میں رکھ دی اور خود چلا گیا، بعد میں حضرت نانوتویؒ نے اپنے تلامذہ سے فرمایا "دیکھئے! ہم خدا کے فضل سے دنیا کو ٹھکراتے ہیں تو دنیا پاؤں پڑتی ہے اور اگر ہم نے دنیا کی طلب کی تو دنیا دور بھاگے گی" ہمارے پاس پچیس روپے تھے، مگر اب خدا کا فضل ہے، یہ دارالحدیث، یہ پندرہ سو (۱۵۰۰) طلبہ، یہ عمارتیں، یہ اخرات، بس اللہ ہی ہے، جو پورا کررہا ہے۔

حضرت امام مالکؒ کا واقعہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حدیث پڑھا رہے تھے کہ بچھو نے انہیں کاٹا اور گیارہ بار کاٹا، مگر آپ نے ذرا بھی اُف نہ کی اور برابر حدیث بیان کرتے رہے، یہ انہیں کا دل تھا کہ گیارہ بار بچھو نے کاٹا، مگر حدیث کو ترک نہیں کیا یہ بات کہدینی تو آسان ہے، چنانچہ میں نے بھی کہہ دی ہے، مگر ابھی بچھو سامنے سے نکل آئے تو شاید سب سے پہلے میں ہی بھاگوں۔

جب امام مالکؒ حدیث پڑھا چکے تو خادم نے دریافت کیا کہ اثناء درس میں آپ کے چہرے کا رنگ کیوں بدل رہا تھا، فرمایا: بچھو نے میرے گیارہ بار ڈنگ مارا مگر میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے نہ اٹھا، اب اس کو تلاش کرکے مارڈالو، چنانچہ تلاش کرکے ماردیا گیا۔

علم کے لئے بھوکا پیاسا رہنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو تعلیم کے دوران بار بار ایسا ہوا کہ بھوک کی وجہ سے آپ بے ہوش ہوگئے اور لوگوں نے سمجھا کہ آپ کو مرگی کا دورہ پڑ گیا ہے اور وہ آپ کو جوتا سونگھا کر ہوش میں لانے کی کوشش کرتے۔

ایک مرتبہ تین دن گزر گئے اور سوائے پانی کے آپ کے حلق سے کوئی چیز نہ اتری تو آپ مجبور اور پریشان ہوکر "صفہ" سے باہر نکلے کہ کوئی ساتھی مل جائے تو اس سے کچھ کھانے کی چیز لے لوں، اتنے میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لارہے ہیں، آپ نے بڑھ کر سلام کیا اور ان سے چلتے چلتے مسائل پر گفتگو شروع کردی کہ اس بہانہ گھر تک پہنچ جائیں، حضرت صدیق اکبرؓ نے اس پہلو پر غور نہ کیا یا آپ کے گھر میں بھی کچھ نہیں تھا اس لئے آپ نے ساری گفتگو گھر سے باہر ہی ختم کرکے مصافحہ کرکے رخصت کیا۔

اتنے میں دیکھا کہ حضرت عمر فاروقؓ تشریف لارہے ہیں، آپؓ نے ان سے مصافحہ کیا اور چلتے چلتے مسائل پر گفتگو شروع کردی، حضرت عمر فاروقؓ نے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کی طرح گھر لے جانے کی بجائے باہر ہی سے رخصت کردیا۔

آپؓ واپس ہورہے تھے کہ دیکھا محبوبِ رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھتے ہی مسکرانے لگے اور فرمایا، ابوہریرہؓ! معلوم ہوتا ہے کہ بھوک کی شدت سے بے تاب ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں سر ہلایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آؤ میرے ساتھ، حضرت ابوہریرہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ تشریف لے گئے اور گھر والوں سے پوچھا کچھ کھانے کیلئے ہے؟

گھر والوں نے جواب دیا کہ ایک پیالہ دودھ کا ہے جو آپ کیلئے ہدیہ کے طور پر کسی نے بھیجا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ لیا اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس تشریف لائے، دودھ کے پیالہ پر نظر پڑتے ہی حضرت ابوہریرہؓ کی جان میں جان آئی کہ ان کا رزق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے مل رہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوہریرہؓ سے فرمایا "**یا اباھریرۃ! انطلق الیٰ اھل الصفة فادعھم**" "اے ابوہریرہؓ! جاؤ اہلِ صفہ کو بلالاؤ" اس وقت صفہ میں مہمانانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد ستر تھی، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر طبیعت پر گرانی ہوئی اور سوچا "**مایفعل ھذا اللبن مع اھل الصفة**" "یہ (ایک پیالہ) دودھ اہلِ صفہ (کی کثیر تعداد) کو کیا کام دے گا"۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے سامنے جاں نثارِ صحابہ کرامؓ فوراً سرِ تسلیم خم کرتے تھے، اس لئے فوری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ کو بلانے کے لئے گئے اور دل ہی دل میں اپنے آپ کو تسلی دیتے رہے کہ چوں کہ میری حالت سب سے زیادہ ابتر ہے، اس لئے سب سے پہلے مجھے دودھ پلائیں گے، بہرحال تمام مہمانانِ رسول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر آ گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا "**خذ اباھریرۃ! فاعطھم**" "اے ابوہریرہؓ! یہ دودھ لو اور اہل صفہ کو (پینے کیلئے) دے دو"۔ حضرت ابوہریرہؓ نے حکم کی اتباع میں ایک ایک ساتھی کو دودھ پلانا شروع کیا، ہر ساتھی سیر ہوکر دودھ پیتا رہا، یہاں تک کہ ستر کے ستر اصحاب سیر ہوگئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اب ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ دودھ پیو، حضرت ابوہریرہؓ نے سیر ہوکر دودھ پیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور پیو، حضرت ابوہریرہؓ نے اور پیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اور پیو، حضرت ابوہریرہؓ نے اور پیا، اس کے بعد فرمایا کہ حضرت اب بالکل گنجائش نہیں ہے، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقی ماندہ دودھ نوش فرمایا۔

ایک بزرگ کی بے نیازی

ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کے پاس کسی امیر نے ایک بیش قیمت موتی ہدیہ بھیجا، خادم نے پیش کیا، فرمایا الحمدللہ اور حکم دیا کہ اس کو رکھ لو، خادم نے رکھ لیا، اتفاق سے وہ موتی چوری ہوگیا، خادم نے یہ واقعہ بھی عرض کیا، ان بزرگ نے فرمایا: الحمدللہ، خادم کو بڑا تعجب ہوا، اس نے دوسرے وقت پوچھا کہ حضرت مجھے بڑی حیرت ہے، وہ یہ کہ جب موتی حضور کی خدمت میں آیا تھا اس وقت بھی آپ نے الحمدللہ فرمایا تھا اور ضائع ہونے کی خبر معلوم ہونے پر یہی الحمدللہ فرمایا، اس میں کیا راز ہے؟ آنا جانا دونوں پر کیسے خوشی ہوسکتی ہے، فرمایا میں نے نہ آنے پر الحمدللہ کہا، نہ جانے پر، بلکہ جس وقت آیا تھا میں نے قلب کو دیکھا کہ آنے پر کچھ خوشی نہیں ہوئی، اس پر میں نے الحمدللہ کہا تھا، اسی طرح جاتے رہنے پر میں نے قلب میں کچھ رنج نہیں پایا، اس لئے میں نے الحمدللہ کہا۔

فائدہ: اہل اللہ کی یہی حالت ہوتی ہے۔

علم کے لئے سفر

حضرت ابوایوب انصاریؓ مشہور صحابی ہیں، مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے میزبان ہیں، آپ کا نام خالد بن زیدؓ ہے اور آپ کی قبر قسطنطنیہ میں شہر پناہ کے نیچے ہے، پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سننے کا آپ کو بہت شوق تھا، ایک بار کا قصہ خود ہی سناتے ہیں کہ حضرت عقبہؓ سے ایک حدیث سننے کے لئے میں نے مصر تک کا سفر کیا، جب حضرت عقبہؓ کے یہاں پہنچا تو وہ بہت خوش ہوئے اور خاطر مدارت کرنے لگے، میں نے کہا حضرت میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سن لوں، اب آپ کے سوا کوئی نہیں ہے جس نے وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔

عقبہؓ دوزانو ہوکر بیٹھے اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دنیا میں کسی مومن بھائی کی کوئی برائی چھپائی، قیامت کے دن خدا اس کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔

حدیث سنتے ہی حضرت ابوایوبؓ اونٹ پر سوار ہوئے اور مدینے کی راہ لی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک عجیب قصہ

ایک دفعہ دریائے نیل خشک ہوگیا، ہمیشہ چڑھا کرتا تھا، اسی سے آب پاشی ہوتی تھی، اس دفعہ نہ چڑھا، عمرو بن العاصؓ یا عبداللہ بن عمرو العاص...... عامل تھے، لوگوں نے آکر عرض کیا، آپؓ نے فرمایا کبھی پہلے بھی ایسا ہوا ہے، تو تم کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ جب ایسا ہوتا تو ہم ایک جوان حسین لڑکی بھینٹ کردیتے ہیں، اس سے وہ جاری ہوجاتا ہے، آپ نے فرمایا کہ جاہلیت کی رسم کبھی نہیں ہوگی اسلام میں اور خلیفہ کو لکھتا ہوں انہوں نے حضرت عمرؓ کو لکھا، حضرت عمرؓ نے نیل کے نام حکم نامہ بھیجا، جس کا مضمون یہ تھا کہ اے نیل! اگر تو خدا تعالیٰ کے حکم سے جاری ہے تو...... کسی شیطان کے تصرف سے بند ہونے کے کیا معنیٰ؟ اور اگر یہ نہیں ہے تو ہم کو تیری کچھ پروا نہیں، خدا تعالیٰ ہمارا رازق ہے، آپ کے اس لکھنے پر مخالفین سنتے تھے اور کہتے تھے کہ دریا پر حکومت کرتے ہیں، مگر "قلندر آنچہ گوید دیدہ گوید" آپ کو شبہ بھی نہ ہوا کہ ایسا نہ ہوا تو عزت کرکری ہوگی، حضرت عمرو بن العاصؓ اس رقعہ کو اعلان کے ساتھ لے کر چلے اور مخالفین کا گروہ بھی آپ کے پیچھے چلا، ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ اس رقعہ سے اور دریائے نیل کے جوش سے کیا نسبت؟ مگر وہ رقعہ دریائے نیل میں ڈالنا تھا کہ دریا کو جوش آیا اور لبریز ہوکر چلنے لگا۔

فائدہ: جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہوتا ہے دنیا کی ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے۔

بے نمازی، نمازی ہوگیا

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کا قصہ ہے، انہوں نے دیکھا کہ ایک پہلوان مسجد میں آیا اور غسل کرنا چاہتا تھا، مؤذن نے اس کو ڈانٹا اور کہا: "نماز اور نہ روزے کے لئے مسجد میں آتے ہو، صرف نہانے کے لئے آجاتے ہیں" مولانا نے ڈانٹنے والے کو منع کیا اور خود اس کے نہانے کے لئے پانی بھرنے لگے اور اس سے کہا: "ماشاءاللہ تم بڑے پہلوان معلوم ہوتے ہو، ویسے تو زور بہت کرتے ہو، ذرا نفس کے مقابلہ میں بھی تو زور کیا کرو، نفس کو دبایا کرو اور ہمت کرکے نماز پڑھا کرو، پہلوانی تو یہ ہے، بس وہ شخص پانی پانی ہوگیا اور بہت شرمایا، اسی وقت سے نماز کا پابند ہوگیا۔

ہندوستان کو مسلمانوں نے تہذیب وتمدن سے مالا مال کیا

ڈاکٹر انور ادیب

عرب اور ہند کے تجارتی تعلقات قدیم رہے ہیں۔ عرب تاجر تجارتی سامان لے کر ہندوستان آتے تھے اور یہاں سے تجارتی سامان خرید کر اپنے ملکوں میں لے جاتے اور پھر یہ سامان یورپ پہنچایا کرتے تھے۔اس درمیان ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جس نے تاریخ کا رخ موڑ دیا۔بحری ڈاکوؤں نے خلیفہ بغداد کے ایک قافلے کو لوٹ کر دیبل (سندھ) کے علاقے میں پناہ لی۔ یہ قافلہ لنکا کے راجا کے تحائف کو بغداد لے جا رہا تھا۔خلیفہ نے دیبل کے راجہ داہر کو ڈاکوؤں کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔ڈاکوؤں نے عورتوں اور بچوں کو قید کرلیا تھا۔ڈاکو راجہ داہر کی پناہ میں تھے۔
جب راجہ داہر نے خلیفہ کے مطالبے کو مسترد کر دیا تو خلیفہ نے محمد بن قاسم کی سربراہی میں راجہ داہر کی سرکوبی کے لیے ایک فوج روانہ کی۔ یہ 711ء کی بات ہے۔محمد بن قاسم نے دیبل اور اس کے آس پاس کے علاقوں کو فتح کرلیا۔ اس جنگ میں مقامی لوگوں نے اس کا زبردست ساتھ دیا، کیوں کہ وہ لوگ راجہ داہر کے ظلم واستبداد سے نالاں تھے۔
پھر محمد بن قاسم کے بعد مختلف خاندانوں غوری، خلجی، تغلق وغیرہ نے ہندوستان پر نہایت عدل ومساوات کے ساتھ تقریباً سات سو سال حکومت کی۔اس طویل مدت میں جبراً تبدیلی مذہب کا کوئی واقعہ تاریخ کی کتابوں میں مذکور نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اتنا طویل عرصہ مسلم حکومت قائم نہیں رہتی اور مسلمان آج اقلیت میں نہ ہوتے۔جس نے اسلام قبول کیا اپنی مرضی سے۔اس میں اسلام کے مساویانہ سلوک کا خاص رول رہا۔ یہاں بزرگان دین کی کوششوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، ان میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اور بابا فریدؒ کی کوششیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔
اب اصل موضوع کی طرف آیئے جس پر کسی قدر تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

خداپرستی: مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہندوستان مختلف دیوی دیوتاؤں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔سناتن دھرم تحریف کا شکار ہوگیا تھا۔ اسلام کے اثر سے ہندوسماج میں بہت سے مصلح پیدا ہوئے۔جنھوں نے قوم کو بت پرستی سے نکالنے کی کوشش کی۔ بھگت کبیر، گرونانک نے ایک خدا کی عبادت پر زور دیا۔شنکراچاریہ، دیانند اور رامانند نے بت پرستی کے خلاف آواز اٹھائی۔

مساوات: مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوسماج اونچ نیچ اور ذات پات کا زبردست شکار تھا۔اسلام کے تصور مساوات نے طبقاتی نظام کو بے حد متاثر کیا۔ بقول پنڈت جواہر لعل نہرو اسلام کی آمد سے ہندوستان میں چھوت چھات اور ذات پات کے نظام پر زبردست اثر پڑا۔مشہور انگریز مورخ ڈاکٹر سر ولیم ہنٹر نے اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے برہمنوں اور اچھوتوں دونوں کو یکساں طور پر انسانی مراعات کے حصول کے مواقع ملنے لگے۔حالانکہ ولیم ہنٹر اپنی مسلم دشمنی کے لیے مشہور رہا ہے لیکن اسلام کے اصول مساوات سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ مندرجہ بالا حقیقت پسندانہ خیال کے اظہار پر مجبور ہوگیا۔

معاشرتی اصلاح :اسلام کی آمد سے قبل ہندوستان کے لوگ توہمات کے شکار تھے۔ پجاری ایسے توہمات کو کافی اہمیت دیتے تھے۔اس سے ان کی آمدنی میں اضافہ ہوتا تھا۔کیوں کہ لوگوں کا خیال تھا کہ پجاری ہی انہیں ان سے نجات دلا سکتے ہیں۔مسلمانوں کی آمد سے ایک نیا تمدن پیدا ہوا اور آہستہ آہستہ توہمات کے اثرات کم ہونے لگے، بقول ڈاکٹر تاراچند مسلمانوں کی آمد سے ہندوستان کی معاشرتی زندگی میں زبردست تبدیلی رونما ہونا شروع ہوئی۔

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک: مسلمانوں کی آمد سے قبل عورتوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا۔لوگ غلاموں کی طرح بیویوں کو فروخت کر دیتے تھے۔اس سلسلے میں کوروؤں اور پانڈوؤں کے واقعات تاریخ کے صفحات میں محفوظ ہیں۔جس سے ہر خاص وعام واقف ہے۔ بیوہ عورت کو جینے کا کوئی حق نہیں تھا۔اسے شوہر کے مرنے کے بعد اس کی چتا میں زندہ جلا دیا جاتا تھا۔اس ستم کو 'ستی' کا نام دیا گیا تھا۔ بیوہ کو دوسری شادی کا حق نہیں تھا۔مسلمانوں کی آمد کے بعد اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر عورتوں کے حقوق کو تسلیم کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔مختلف سماجی مصلح پیدا ہوئے مثلاً راجہ رام موہن رائے وغیرہ جن کی کوششوں سے بیواؤں کو دوسری شادی کا حق ملا۔مشہور فرانسیسی سیاح ڈاکٹر برنیر (Dr. Francois Bernier) جو شاہ جہاں کے زمانے میں ہندوستان آیا تھا، لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی آمد سے ہندوستان میں ستی کی وحشیانہ رسم میں بہت کمی آئی ہے۔

انصاف کی فراہمی: مسلمانوں کی آمد کے بعد ہندوستان میں عدل وانصاف کا زبردست ماحول بنا۔مسلم حکمراں عدل وانصاف کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ان کی آمد سے قبل عدل وانصاف کا ایسا نظام قائم نہیں تھا۔عدل جہاں گیری مشہور ہے۔ جہاں گیر نے آگرہ کے قلعہ میں ایک زنجیر لٹکا رکھی تھی۔فریادی کسی بھی وقت اس زنجیر کو کھینچتا اور اسی وقت اس کی فریاد سنی جاتی۔ ملک میں امن وامان کے قیام پر زور دیا جاتا تھا کہ رعایا کی جان ومال محفوظ رہے۔نشہ آور اشیاء پر پابندی تھی۔ بُرے کاموں کی روک تھام کے لیے ایک خاص محکمہ قائم کیا گیا تھا۔قانون پر سختی سے عمل کیا جاتا تھا۔ان باتوں کی وجہ سے لوگ پرامن زندگی گذارتے تھے۔قانون شکنی کی کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی۔عدل وانصاف کے واقعات سے تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں۔غیر جانب دار اور انصاف پسند مورخوں نے مسلم دور حکومت کی کھل کر تعریف کی ہے۔

تعلیم کو فروغ: مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوؤں کے ایک طبقہ کی علوم وفنون میں اجارہ داری تھی۔ مسلمانوں نے اس اجارہ داری کو ختم کر کے علم کے حصول کو عام کیا۔ان علوم میں تاریخ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے قبل تاریخ نویسی کا کوئی رواج نہیں تھا۔مسلمانوں نے یہاں تاریخ نویسی کی ابتداء کی۔گویا ہندوستان میں مسلمان علم تاریخ کے موجد تھے۔مشہور فرانسیسی مصنف موسیو لیف نے بجا کہا ہے کہ ہندوستان کے پہلے مورخ مسلمان تھے۔مسلمانوں نے کتب خانے بنوائے جن میں ہندی، عربی اور یونانی علوم وفنون کی کتابوں کا عظیم ذخیرہ تھا۔ ہندوستان کے قدیم علوم محفوظ کرنے میں البیرونی کا زبردست رول رہا ہے جو محمود غزنوی کے زمانے میں ہندوستان آیا تھا۔البیرونی نے سیاحت کے بعد 'کتاب الہند' کے نام سے جو کتاب لکھی ہندوستان کے تہذیب وتمدن پر مبنی زبردست معلومات کی ایک مستند کتاب ہے۔اس وقت کے برہمنوں نے البیرونی سے عربوں کے علوم وفنون سے کافی استفادہ کیا۔مسلمانوں نے ہندوستان کے قدیم طب کو جدید بنیاد فراہم کی۔ یہاں کی قدیم طبی کتابوں مثلاً چرک سمہیتا (Charak Samhita) ہندوستانی طب کے باوائے آدم چرک کی مشہور تصنیف، سشرت سمہتا (قدیم ہندوستان کے بابائے جراحت سشرت کی مشہور تصنیف)، سدھانت شیرومنی (Siddhant Shiromani) وغیرہ جیسی اہم کتابوں کو عربی میں منتقل کر کے ان میں اپنی تحقیقات سے مزید اضافہ کر کے قدیم ہندوستانی علوم کو دنیا سے روشناس کرایا۔
مسلمانوں کے دور حکومت میں زبان وادب کو زبردست ترقی ہوئی۔مسلمانوں نے ہندی شاعری کی حوصلہ افزائی کی۔ ہری داس، ہرمانند، چھیت سوامی، جۓ بھگت جیسے مشہور شعراء نے مسلمانوں کے دور میں عروج پایا۔اکبر کے دربار میں فارسی شعراء کی طرح ہندی شعراء کی بھی آؤ بھگت تھی۔مسلمانوں کے دور میں علاقائی زبانوں کو بے حد ترقی ہوئی۔ پشتو کے مشہور شاعر خوشحال خاں کھٹک پنجابی کے مشہور شاعر سلطان باہو، بھلے شاہ، وارث شاہ، سندھی کے مشہور شاعر عبداللطیف، بنگالی کے مشہور شاعر دولت قاضی، مراٹھی کے عظیم شاعر رام داس مسلمانوں کی زیر سرپرستی پروان چڑھے۔مسلمانوں نے ہندوستان کی تہذیب وتمدن پر گہرا نقش چھوڑا ہے۔رہائش، لباس اور کھانے پر غور کریں تو مسلمانوں کے طرز زندگی کا نقش آپ کو صاف نظر آئے گا۔بقول مشہور مورخ ڈاکٹر بی این پانڈے ملک کی اجتماعی زندگی میں مسلمانوں کی چھاپ گہری نظر آتی ہے۔مسلمانوں نے فن مصوری کو ایک نئی جہت سے روشناس کرایا۔انہوں نے ملک کے مختلف حصوں میں جدید قسم کے آرٹ اسکول قائم کروائے جن میں جدید طرز کے فنون سکھائے جاتے تھے۔بقول سرجادوناتھ سرکار مسلمانوں نے اس فن کو عروج تک پہنچا دیا۔

صنعتوں کو فروغ: آج ہندوستان میں میک ان انڈیا کی بات کی جارہی ہے۔اس نظریہ کو پہلی مرتبہ گجرات کے ایک حکمراں سلطان محمد بن شاہ نے متعارف کرایا۔ یہ آج سے گیارہ سو سال پہلے کی بات ہے۔ کپڑوں کی صنعت کو فروغ دینے کے لیے مختلف اقدامات کئے گئے۔اس کے علاوہ چمڑے اور کاغذ کی صنعت کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی۔ ہندوستان میں کاغذ کا استعمال مسلمان کے ذریعہ ہوا۔عرب تاجر سندھ میں کاغذ لے کر آئے۔رفتہ رفتہ ہندوستان کاغذ سازی کا بڑا مرکز بن گیا۔

عمارت سازی کو فروغ: مسلمانوں نے عمارت سازی کے لیے چونے کا استعمال کیا۔عمارتوں کو جوڑنے والے مصالحوں سے روشناس کرایا۔ مینار، محراب، گنبد خطاطی مسلمان معماروں کی دین ہیں۔انہوں نے ہندو طرز تعمیر کی بعض خصوصیات کو اپنا کر اس میں جدت پیدا کردی، اس طرح انہوں نے فن تعمیر کو کمال تک پہنچایا۔ تاج محل (جس کا شمار دنیا کے عجائبات میں ہوتا ہے) دہلی کا لال قلعہ، آگرہ کا قلعہ، قطب مینار، دہلی کی جامع مسجد وغیرہ مسلمانوں کے فن تعمیر کے زندہ ثبوت ہیں۔ ہندوستان میں مختلف شہروں کا قیام مسلمانوں کی مہارت کے مظہر ہیں۔ان میں شاہ جہاں آباد (دہلی)، فتح پور سیکری، اورنگ آباد، گجرات وغیرہ شامل ہیں۔

رفاھی کاموں کو فروغ: ہندوستان میں مسلمانوں نے رفاہی کاموں کا جال بچھا دیا۔نہر اور تالاب کھدوائے نہروں اور دریاؤں پر پل تعمیر کروائے، بڑی شاہراہیں بنوائیں، سڑکوں کے دونوں جانب سایہ دار درخت لگوائے، سرائے اور حمام بنوائے۔سڑکوں اور گلیوں کی صفائی کا اہتمام کیا۔یتیموں، بیواؤں اور محتاجوں کے وظیفے مقرر کیے۔ملک میں تعلیم کو مفت کر دیا۔ بڑے بڑے شفاخانے قائم کئے جن میں مفت علاج ہوتا تھا۔یتیم خانے قائم کئے۔ ملک میں لنگر خانوں کا جال بچھا دیا تا کہ کوئی شہری بھوکا نہ رہے۔ بے روزگاری کے خاتمہ کے لیے حکمتیں اپنائیں، اشیاء کی قیمتوں کا تعین کیا، سودی قرضوں پر پابندی لگائی۔ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا ہوگا کہ مسلم دور حکومت میں ہندوستان صحیح معنوں میں ایک فلاحی ریاست تھا۔آج ہندوستان کو ایک فلاحی ریاست کہا جاتا ہے۔ ہمارے دستور (Constitution) میں بھی اسے فلاحی ریاست کا درجہ دیا گیا ہے۔لیکن کیا ہندوستان واقعی میں ایسا ہے؟ اسے سمجھنے کے لیے زیادہ دماغ سوزی کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

متحدہ ہندوستان کی تشکیل: جس متحدہ ہندوستان کو انگریزوں کی پالیسی نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، اس متحدہ ہندوستان کی تشکیل مسلمانوں نے کی تھی۔ چھوٹے چھوٹے منقسم علاقوں کو فتح کر کے ایک عظیم ہندوستان کی بنیاد رکھی۔اورنگ زیب کے زمانے میں ہندوستان برصغیر کا سب سے عظیم ملک تھا۔

عسکری طاقت کو فروغ: مسلمانوں نے ہندوستان کو فوجی طور پر طاقتور بنایا۔ ہندوستان کا بحری بیڑہ مسلمانوں نے ہی تشکیل دیا۔توپوں کا باقاعدہ استعمال ابراہیم لودھی نے کیا۔حیدر علی اور ٹیپو سلطان نے راکٹ ایجاد کیا۔امریکی خلائی تنظیم ناسا (NASA) میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان کا نام راکٹ کے موجدوں کی حیثیت سے آج بھی درج ہے۔ٹیپو سلطان نے جہاز سازی کی بنیاد ڈالی اور اس کے کارخانے بنوائے۔منجنیق اور بارود کا استعمال جنگ میں مسلمانوں نے شروع کیا۔

مندرجہ بالا تفصیلات سے واضح ہے کہ مسلمانوں نے ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد اسے اپنا وطن سمجھ کر اس کی ہر طرح سے ترقی میں کوشاں رہے۔اسے انگریزوں کی طرح لوٹ کا ذریعہ نہیں بنایا۔اپنی رواداری اور حسن سلوک سے یہاں کے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ ہندوستان پر ان کی طویل حکمرانی (تقریباً آٹھ سو سال) کی وجہ یہی ہے۔لیکن جب انگریزوں کی سازش اور پھوٹ والی پالیسی (Divide & Rule) سے مسلمانوں کی حکومت جاتی رہی اور ہندوستان انگریزوں کا غلام ہوگیا تو اس غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لیے ملک کی آزادی کے لیے جو زبردست قربانیاں مسلمانوں نے دیں اس کی مثال تاریخ میں کم ملتی ہے۔تحریک آزادی میں مسلمانوں کے دیے ہوئے کچھ نعرے بھی دیکھیں۔ ☆ جے ہند کا نعرہ عابد حسین صفرانی نے دیا۔ ☆ مادر وطن بھارت کا نعرہ جے ہند کا نعرہ عظیم اللہ خاں نے دیا۔ ☆ انقلاب زندہ باد کا نعرہ مولانا حسرت موہانی نے دیا۔ ☆ 'سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا' جیسا ترانہ علامہ اقبال کی فکر کی دین ہے۔یہاں یہ بھی بتا دیں کہ ☆ ترنگا کا ڈیزائن ثریا طیب کے اختراعی ذہن کا نتیجہ ہے۔ ہندوستان پر مسلمانوں کے ان احسانات کے بعد بھی اگر کوئی طبقہ یہ کہے کہ ہندوستان کو مسلمانوں نے کیا دیا تو ایسی ذہنیت اور سوچ کے اسباب کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔علامہ اقبال کے اس شعر پر اپنے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں:

مذہب نہیں سکھاتا آپس میں بیر رکھنا　　ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستاں ہمارا

قرآن کریم کو ہر اعتبار سے سائنسی نظریات پر فوقیت حاصل

فرحت مقرر

تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے یونانی مفکرین نے زندگی کے متعلق جو نظریات پیش کیے۔ان میں کوئی نظریہ بھی ایسا نہیں تھا جو زندگی کی کسی ایسی جامع تعریف کا حامل ہو کہ ہم مکمل طور پر اس سے مطمئن ہوسکیں۔مفکرین یونان سے لے کر آج تک فلاسفروں اور سائنسدانوں نے زندگی کے متعلق دو سو سے زائد نظریات اخذ کئے ہیں،لیکن ان تمام نظریات کا حاصل یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک تعریف پر وہ خود بھی مکمل طور پر مطمئن نہیں ہیں۔ یہ ایک آفاقی حقیقت ہے کہ ''نظریہ زندگی'' کی وضاحت کا سب سے بڑا اور مستند ذریعہ قرآن حکیم ہے۔اس ضمن میں جامعیت کے ساتھ ہمیں قرآن کریم میں معلومات ملتی ہیں۔قرآن حکیم کے اندر اس موضوع پر جو سچائیاں موجود ہیں وہ حتمی، مفصل، مصدقہ اور ناقابل تردید ہیں۔آج کل لوگوں کی بڑی تعداد ایسی ہے جو نہ تو قرآنی علوم پر اعلیٰ مہارت رکھتی ہے اور نہ انہیں سائنسی علوم پر دسترس جس کی وجہ سے مذہب اور سائنس کے درمیان ایک جنگ کی سی کیفیت دیکھائی دینے لگی ہے۔لوگوں کا ایک طبقہ مذہب کو نہ صرف سائنس پر فوقیت دیتا ہے بلکہ ان کے نزدیک سائنس کفر و انکار کا دوسرا نام ہے۔ایک اور طبقہ مذہب بیزار ہے جو سائنس کو ہی ''خدا'' کا درجہ دیے بیٹھا ہے جبکہ ایک تیسرا طبقہ ایسا بھی ہے جو مذہب اور سائنس میں برابری کا قائل ہے۔حقیقت یہ ہے کہ سائنس،قرآن حکیم میں بیان کردہ ہزاروں علوم میں سے محض ایک علم ہے۔اگر قرآن کریم کے علوم پر سائنسی جہت سے تحقیق کی جائے تو سائنس ترقی کی معراج پر پہنچ سکتی ہے۔

سائنس بہت سے حقائق کی طرح آج تک زندگی کے ٹھوس اور جامع حقیقت بیان کرنے سے بھی قاصر ہے۔آج تک سائنسداں آٹھ خصوصیات کے حامل وجود کو ''زندگی'' کہتے ہیں۔ان میں عمل تنفس، افزائش نسل، حرکت، نشو ونما، حساسیت، خوراک، عمل اخراج اور عمل تحول شامل ہیں۔انسان ہوا کے بغیر تین منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ پانی کے متعلق ارشاد ربانی ہے: ''اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا''۔ایک خاص وقت تک زندگی کو پانی سے محروم رکھا جائے تو وہ دم توڑ دیتی ہے۔خوراک زندگی کی بقا کے لیے لازم ہے،خوراک کے بنیادی پانچ اجزاء ہیں۔لحمیات، نشاستہ، نمکیات، چکنائی اور حیاتین۔ میڈیکل سائنس کے مطابق ایک انسان خوراک کے بغیر زیادہ سے زیادہ 140 دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔اسی طرح جسم کو اندر اور باہر محسوس و مطلوب درجہ حرارت نہ ملے تو بھی موت واقع ہوجاتی ہے۔عمل اخراج بھی زندگی کی بقا کا ضامن ہے۔جسم میں بننے والے فاسد مادوں کا اخراج سانس، پیشاب اور پسینے کے ذریعے سے نہ ہو تو یہ فاسد مادے کچھ عرصے بعد زہر کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اور آخر کار زندگی سے بھرپور جسم کو موت سے ہمکنار کردیتے ہیں۔جسمانی خلیوں میں جاری 'عمل تحول' منقطع ہوجائے تو بھی زندگی اپنا وجود کھو دیتی ہے۔

نظریۂ زندگی کی قبل از اسلام تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن حکیم کے نزول سے قبل زندگی کا تصور عموماً جانوروں تک محدود تھا،لیکن قرآن حکیم نے صراحت کے ساتھ زندگی کے چاروں درجات متعارف کروائے۔ حیات انسانی، حیات حیوانی، حیات نباتاتی اور حیات جماداتی۔ان میں حیات انسانی اولاد آدم کو عطا کی گئی جو قدرت و ارادے کی حامل ہے۔ جانوروں کو حیات حیوانی عطا کی جن میں حس اور حرکت ارادی موجود ہوتی ہے۔حیات نباتاتی پودوں کی زندگی کو کہا گیا جو خوراک، ہوا پانی اور مخصوص حرارت ملنے پر نشو ونما پاتے ہیں جبکہ جمادات میں موجودہ زندگی پہلے بیان کردہ زندگی کی تینوں اقسام سے مختلف ہے اور اب تک سائنس بھی جمادات میں موجود زندگی کو دریافت نہیں کرپائی ہے۔جس طرح قرآن حکیم نے شہید کو زندہ کہا حالانکہ بظاہر وہ بے جان دکھائی دیتا ہے،اسی طرح جمادات میں بھی زندگی کا وجود موجود ہے لیکن ہمیں اس کا شعور نہیں اور سائنس بھی ہنوز اس آفاقی حقیقت سے بے خبر ہے۔

موت کے بعد زندگی اور زندگی کے بعد پھر موت اور پھر اس کے بعد زندہ کیے جانے کے اسلامی نظریے کو آج تک سائنس تسلیم نہیں کرسکی۔ سائنس کے نزدیک ایک زندہ وجود سے زندگی کا خاتمہ ہوجائے تو پھر اس میں دوبارہ زندگی کو داخل نہیں کیا جاسکتا اور اگر مرے ہوئے انسان کو زندہ کیا جانا فرض کربھی لیا جائے تو ان کی الگ الگ پہچان کیسے ممکن ہوگی؟ جب کہ قرآن حکیم بڑی وضاحت سے بیان کرتا ہے کہ مرنے کے بعد نہ صرف زندگی ہوگی بلکہ وہ ہمیشہ کی زندگی ہوگی جس کے بعد موت کا تصور ختم ہوجائے گا۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: ''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع کریں گے ہی نہیں۔ ہاں، ضرور کریں گے۔ہم تو قادر ہیں کہ اس کی پور پور تک درست کردیں''۔(سورہ نمبر-75، آیت نمبر-4,3)اس آیت کریمہ میں موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کا بیان کرکے ہر انسان کی پہچان کے لیے خصوصیت سے انسانی ہاتھ کی پوروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کریم نے چودہ سو سال قبل بتادیا تھا کہ دنیا کے ہر انسان کے فنگر پرنٹس دوسرے انسان سے مختلف ہیں جبکہ یہی بات سرفرانس گولٹ نے طویل تحقیق کے بعد 1880ء میں ثابت کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا میں مجرموں کو پکڑنے کے لیے فنگر پرنٹس کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جو ذات دنیا کے کھربہا زندہ اور مرے ہوئے انسانوں کی انگلیوں کے نشان ایک دوسرے سے مختلف بناسکتی ہے، وہ عظیم الشان ذات انسانوں کے مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

ایک طرف بہت سے سائنسداں، کسی بھی مذہب کو کوئی حیثیت دینے کو تیار نہیں، لیکن دوسری طرف ایسے بھی بہت سے ہیں جو سائنس کو مذہب کے بغیر ادھورا مانتے ہیں۔ممتاز ماہر طبیعات البرٹ آئنس ٹائن کا قول ہے کہ ''مذہب اور سائنس کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا''۔البرٹ آئنس ٹائن کے اس قول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم قرآن حکیم کے اندر موجود لاتعداد سائنسی پیشن گوئیوں اور تجزیوں میں سے چند ایک کا جائزہ لیں گے،جس سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ قرآن کریم کو ہر اعتبار سے سائنس پر فوقیت حاصل ہے۔

زمین، سورج، چاند، ستاروں، سیاروں اور کہکشانوں پر مشتمل اس کائنات کی تخلیق کے متعلق سائنسدانوں نے گذشتہ صدی میں یہ نظریہ اخذ کیا کہ ''موجودہ کائنات پہلے ایک ہی بڑا سا ڈھیر تھی، پھر ایک زوردار دھماکہ (Big Bang) ہوا، جس کے نتیجے میں یہ پوری کائنات وجود میں آئی''۔ جو نظریات سائنسدانوں نے آج پیش کیا، یہی نظریہ قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے پیش کردیا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کیا کفر و انکار کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین باہم ملے جلے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا کیا''۔(سورہ نمبر:21، آیت نمبر:30) قدیم ماہر فلکیات کا نظریہ تھا کہ چاند کی روشنی اپنی ہے۔لیکن جدید سائنس اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ چاند کی روشنی اپنی نہیں بلکہ وہ سورج سے روشنی حاصل کرتا ہے۔چاند کی روشنی سے متعلق جو نظریہ آج کے سائنس پیش کررہے ہیں، یہ نظریہ آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن حکیم پیش کرچکا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بابرکت ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں آفتاب بنایا اور منور مہتاب بھی''۔(سورہ نمبر:25، آیت نمبر:61) قرآن حکیم میں سورج کے لیے سراج کا نام بھی استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ''ٹارچ'' ہے۔اسی طرح قرآن حکیم میں سورج کو وہاج بھی کہا گیا ہے جس کا مطلب ہے ''بھڑکتا ہوا چراغ''۔سورج کو قرآن حکیم میں ''ضیاء'' بھی کہا گیا ہے جس کا معنیٰ ہے مطلع انوار۔ یہ تینوں نام اور ان ناموں میں موجود معنویت سورج کے لیے نہایت مناسب ہیں، کیونکہ سورج اپنی ہی پیدا کردہ حرارت کی بدولت نہایت تیز روشنی خارج کرتا ہے۔جبکہ قرآن حکیم میں چاند کے لیے ''قمر'' کا لفظ استعمال کیا گیا اور اسے ''منیر'' بھی کہا گیا، جو ایک ایسا جسم ہوتا ہے جو نور یعنی منعکس شدہ روشنی دیتا ہے۔یعنی قرآن حکیم کا واضح فرمان ہے کہ چاند اپنی روشنی نہیں دیتا بلکہ سورج سے روشنی منعکس کرتا ہے۔قرآن کریم کے ایک دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے اوپر تلے کس طرح سات آسمان پیدا کردیے ہیں اور ان میں چاند کو خوب جگمگاتا بنایا ہے اور سورج کو روشن چراغ بنایا ہے''۔(سورہ نمبر:71، آیت نمبر:19,15)ان آیات مبارکہ کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کی روشنی کی نوعیت کے فرق کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔اب بات کرتے ہیں ایک اور سائنسی نظریے کی جس کے متعلق سولہویں صدی میں سائنسداں متفق ہوئے کہ تمام سیارے سورج کے گرد دائروں میں گردش کرتے ہیں اور یہ اپنے محور کے گرد بھی مختلف رفتاروں سے گھومتے رہتے ہیں۔ یہ نظریہ 1609ء میں ایک جرمن سائنسداں یوحنا کپلر نے اپنی کتاب ''اسٹرونومیا نووا'' میں پیش کیا۔اس نظریے کو قرآن کریم نے بہت پہلے بیان کردیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وہی اللہ ہے، جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیرتا پھرتا ہے''۔(سورہ نمبر:21، آیت نمبر:33) اسی طرح ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ''نہ سورج کی یہ مجال ہے کہ چاند کو پکڑے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ جانے والی اور سب کے سب آسمان میں تیرتے پھرتے ہیں''۔(سورہ نمبر:36، آیت نمبر:40)ایک امریکی ماہر فلکیات ایڈون ہبل نے 1925ء میں یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ تمام کہکشاں ایک دوسرے سے دور ہوتی جارہی ہیں، یعنی کہ کائنات پھیل رہی ہے۔بعد میں یہ نظریہ ایک سائنسی حقیقت بن گیا۔اسی نظریے کو قرآن کریم نے بہت پہلے اس طرح بیان کردیا تھا: ''آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور یقیناً ہم کشادگی کرنے والے ہیں''۔(سورہ نمبر:51، آیت نمبر:47)اس آیت میں موجود لفظ ''مُوْسِعُوْن'' کا درست ترجمہ: ''ہم اسے پھیلا رہے ہیں'' کیا جاتا ہے۔

دور قدیم سے ایٹم کے متعلق یہ نظریہ چلا آرہا تھا کہ اسے تقسیم نہیں کیا جاسکتا لیکن جدید سائنس نے حالیہ دور میں یہ دریافت کرلیا ہے کہ ایٹم کو بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے۔جس نظریے کی حقانیت تک آج کی جدید سائنس پہنچ پائی ہے،اس نظریے کو قرآن کریم نے اس طرح بیان کردیا تھا: ''کفار کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔آپ کہہ دیجئے کہ مجھے میرے رب کی قسم جو عالم الغیب ہے کہ وہ یقیناً تم پر آئے گی۔اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں، بلکہ اس (ذرے) سے بھی چھوٹی اور بڑی ہر چیز کھلی کتاب میں موجود ہے''۔(سورہ نمبر:34، آیت نمبر:3)اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر ایک چیز کا علم رکھتا ہے،بشمول اس کے جو ایٹم (ذرے) سے چھوٹی ہے یا ایٹم سے بڑی ہے۔اس آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ایٹم سے چھوٹی چیز بھی ہوسکتی ہے یعنی ایٹم کو تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

آج ماہرین ارضیات طویل تحقیق کے بعد بتاتے ہیں کہ زمین کا نصف قطر تقریباً 6035 کیلومیٹر ہے اور وہ خول جس کے اوپر ہم رہتے ہیں، ایک سخت چھلکے کی مانند ہے، جس کی تہہ میں گرم اور سیال مادے موجود ہیں۔اس خول کی موٹائی صرف دو سے 35 کلیو کے درمیان ہے۔ ماہرین کے مطابق نیچے گرم سیال مادوں کی وجہ سے اس پتلے خول کے تھرتھرانے (زلزلے) کا امکان بڑھ جاتا اگر زمین پر پہاڑ نہ ہوتے۔ یہ پہاڑ، زمین کے خول کو استحکام عطا کرتے ہیں۔ پہاڑوں کے متعلق یہ بات قرآن کریم نے کئی سو سال قبل ہی بیان کردی تھی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کیا ہم نے زمین کو فرش نہیں بنایا اور پہاڑوں کو میخیں (نہیں بنایا؟)''(سورہ نمبر:78، آیت نمبر:7,6)ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: ''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنادیے تاکہ وہ مخلوق کو ہلا نہ سکے''۔(سورہ نمبر:21، آیت نمبر:32)

علم نباتات کے ماہرین نے بے شمار تجربات کے بعد یہ نظریہ اخذ کیا کہ ہر پودا نر اور مادہ جنس کا حامل ہوتا ہے، لیکن اللہ کریم نے قرآن پاک میں بہت پہلے فرمادیا تھا: ''اور آسمان سے پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس پانی سے نباتات کے مختلف جوڑے نکالے''۔(سورہ نمبر:20، آیت نمبر:53)ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے جوڑے دوہرے پیدا کردیے''۔(سورہ نمبر:13، آیت نمبر:3)مزید ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور ہر چیز کو ہم نے جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے''(سورہ نمبر:51، آیت نمبر:49)اس آیت مبارکہ میں ''ہر چیز'' کہا گیا ہے یعنی انسانوں کے علاوہ پودے، جانور، پھل حتیٰ کہ ایٹم بھی منفی اور مثبت چارج شدہ الیکٹرانوں اور پروٹانوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔اب کچھ بات کرتے ہیں شہد کی مکھی اور شہد کے متعلق۔انیسویں صدی میں یہ دریافت سامنے آئی کہ شہد، شہد کی مکھی کے پیٹ سے حاصل ہوتا ہے اور یہ شہد بہت سی بیماریوں کیلئے شفا ہونے کے علاوہ جراثیم کش بھی ہے، جبکہ یہ بات قرآن حکیم نے بہت پہلے واضح کردی تھی۔ارشاد خداوندی ہے: ''ان (شہد کی مکھیوں) کے پیٹ سے مشروب نکلتا ہے، جس کے مختلف رنگ ہیں اور جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے''۔(سورہ نمبر:16، آیت نمبر:69)

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سائنس اپنی تمام ترقی اور عروج کے باوجود اب تک قرآن کریم میں پیش کردہ نظریات اور تعلیمات کے مقابلے میں بہت پیچھے ہے۔آئنس ٹائن کا کہنا ہے: ''سائنس مذہب کے بغیر لنگڑی ہے اور مذہب سائنس کے بغیر اندھا ہے''۔لیکن میرے نزدیک ''سائنس قرآن حکیم کے بغیر اندھی بھی ہے اور لنگڑی بھی، جبکہ قرآن کریم کو سائنس کی کوئی احتیاج نہیں''۔اور وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے جب دنیا بھر کے تمام سائنسداں نظریہ زندگی سمیت دیگر بے شمار سائنسی نظریات سے متعلق بے بس اور عاجز ہوکر قرآنی نظریے پر ایمان لے آئیں گے۔میرا ایمان ہے کہ جس دن دنیا کے سائنسداں قرآن حکیم کے نظریات کو ماننے پر آمادہ ہوگئے اور انہوں نے قرآن حکیم کو روشنی دینے والی آنکھیں اور سہارا دینے والی بیساکھی بنا کر قرآن حکیم کی دی ہوئی گائیڈ لائنز پر سائنسی انداز میں تحقیق شروع کردی۔اس دن سے سائنس کے عروج و کمال کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔جس کے بعد نظریہ زندگی سمیت کائنات کا کوئی راز نہیں رہے گا۔پس کوئی ہے جو اس پر غور و فکر کرے؟!

اخبار جہاں

محمد عادل فریدی

روان سال 50 لاکھ غیر ملکی عازمین نے عمرے کی سعادت حاصل کی

رواں اسلامی سال تقریباً 50 لاکھ غیر ملکی عازمین نے عمرہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی، سعودی وزارت حج اور عمرہ کی جانب سے جاری بیان کے مطابق جولائی 2022 کے آخر میں شروع ہونے والے اسلامی سال کے دوران 48 لاکھ غیر ملکی عازمین نے عمرہ کی ادائیگی کی سعادت حاصل کی۔ وزارت نے مزید بتایا کہ 43 لاکھ 29 ہزار 349 عازمین طیارے کے ذریعے پہنچے۔ زمینی راستے سے 5 لاکھ 7 ہزار 430 بذریعے سڑک جبکہ 3 ہزار 985 سمندری راستے سے عمرے کی ادائیگی کے لیے پہنچے۔ مجموعی طور پر ایک کروڑ، 3 لاکھ 51 ہزار 731 عازمین کنگ عبدالعزیز ائیر پورٹ سے مدینہ منورہ پہنچے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی۔ (نیوز ایکسپریس پی کے)

ایرانی وزیر خارجہ نے بھارت کا دورہ منسوخ کر دیا

ایرانی وزیر خارجہ امیر عبداللہیان تین اور چار مارچ کو نئی دہلی میں ہونے والے ''رائے سینا ڈائیلاگ'' میں شرکت کے لیے بھارت آنے والے تھے، لیکن دو سیکنڈ کے ایک ویڈیو کی وجہ سے اب انہوں نے یہ دورہ منسوخ کر دیا ہے۔ بھارتی وزارت خارجہ کا معروف تھنک ٹینک آبزرور ریسرچ فاونڈیشن (ORF) کے ساتھ مل کر ہر سال ''رائے سینا ڈائیلاگ'' کا اہتمام کرتا ہے، جس میں دنیا بھر سے اہم سیاسی اور سماجی رہنماوں کے علاوہ دیگر شعبوں سے تعلقات رکھنے والی اہم شخصیات شرکت کرتی ہیں۔ اسے اسٹریٹیجک رائے سازی کے لحاظ سے کافی اہم سمجھا جاتا ہے۔ اس برس یہ پروگرام دو سے چار مارچ کے درمیان ہونا ہے۔ اس پروگرام کے لیے تقریباً دو منٹ کا ایک پروموشنل ویڈیو جاری کیا گیا ہے، جس میں دنیا کو درپیش چیلنجز اور مختلف ملکوں کو درپیش مسائل کا ذکر ہے۔ اس میں ایک جگہ تقریبا دو سیکنڈ کا ایک ویڈیو ہے جس میں ایران کے صدر ابراہیم رئیسی کی تصویر اوپر ہے اور اس کے نیچے ایک ایرانی خاتون کی تصویر ہے جو اپنے بال کاٹ رہی ہیں۔ اس ویڈیو کلپ سے ناراض ہو کر ایران نے دہلی میں اپنے سفارت خانے کے ذریعہ او آر ایف اور بھارتی وزارت خارجہ سے رابطہ کیا اور مظاہرین کے ساتھ ایک ہی فریم میں صدر کی تصویر دکھانے پر اعتراض کیا۔ انہوں نے ویڈیو کلپ کو ہٹانے کے لیے کہا لیکن رائے سینا ڈائیلاگ کے منتظمین نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس فیصلے سے ناراض تہران حکومت نے منتظمین سے کہا کہ وزیر خارجہ امیر عبداللہیان رائے سینا ڈائیلاگ میں شامل نہیں ہوں گے۔ یکم اور دو مارچ کو بھارت میں جی ٹوئنٹی ملکوں کے وزرائے خارجہ کی اہم میٹنگ ہوگی، رائے سینا ڈائیلاگ کا انعقاد اس کے فوراً بعد ہوگا۔

شام میں زلزلہ متاثرین کو امداد ملنے میں دشواری

بین الاقوامی سرحدوں کی پابندیوں سے ماورا زلزلے نے ترکی اور شام دونوں ممالک میں تباہی مچائی ہے۔ لیکن تک شام میں بین الاقوامی امداد چیک پوائنٹس کی وجہ سے پہونچ نہیں پا رہا ہے۔ ایک جانب جہاں جنوبی ترکی میں ہزاروں افراد ریسکیو کوششوں میں بھاری مشینری اور طبی شعبے کی مدد سے مصروف ہیں اور اب تک زندہ بچ جانے والوں کو تلاش کر رہے ہیں، شام کے اس حصے میں جہاں باغیوں کا راج ہے ایسا کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا، شام کے متاثرہ علاقوں میں مکمل خاموشی ہے۔ شام کی سول ڈیفینس فورس جسے 'وائٹ ہیلمٹس' بھی کہا جاتا ہے باغیوں کے زیر اثر علاقے میں کام کرتی ہے۔ برطانیہ سے امداد وصول ہونے کے باوجود ان کے پاس جدید ساز وسامان کی قلت ہے۔ چند ہسپانوی ڈاکٹرز کے علاوہ کوئی بین الاقوامی ٹیم یہاں نہیں پہنچی۔ یہ شام کے سربراہ بشار الاسد کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنے والا علاقہ ہے جہاں ترکی کی مدد سے حیات تحریر الشام نامی تنظیم کا کنٹرول ہے۔ اب تک شام کے اس علاقے میں پہنچنے والی بین الاقوامی مدد بہت کم ہے۔ زلزلے کے زیادہ متاثرین کو باب الحوا ہسپتال لے جایا گیا جسے شامی امریکن میڈیکل سوسائٹی چلاتی ہے۔ شام کے لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کو اس بات کی عادت ہو چکی ہے کیوں کہ ان کو کئی بار پہلے بھی بین الاقوامی برادری نے ایسے ہی بھلا دیا تھا۔ بین الاقوامی ریسکیو ٹیموں کی غیر موجودگی میں حریم کے قصبے میں بچے اپنے ہاتھوں سے ملبہ اٹھا رہے ہیں۔

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں

ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ کا ترجمان ہے جو تقریباً سو سالوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ملک و بیرون ملک میں قارئین کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، اس کی عمدہ طباعت، معیاری مضامین اور دیگر خصوصیات کی وجہ سے لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں، ادارہ قارئین نقیب سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے

مدارس، اسکول، کالج، ہاسپیٹل، میڈیکل اور دکان وغیرہ کے لئے رعایتی قیمت پر غیر تصویری اشتہارات

(Advertisements)

دے کر اپنے ادارہ اور کاروبار کو فروغ دے سکتے ہیں، نیز ادارہ نقیب کے اعزازی ممبران سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ نقیب کی اشاعت میں مالی مدد کریں۔ ضروری معلومات کے لیے رابطہ کریں:

9576507798,8405997542

Email:. naqueeb.imarat@gmail.com

(منیجر نقیب)

تعلیم و روزگار

امارت پبلک اسکول ترقی کی راہ پر: مولانا محمد ابوالکلام شمسی

امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر مولانا محمد ابوالکلام شمسی معاون ناظم امارت شرعیہ و نگراں امارت پبلک اسکول نے پورنیہ اور کٹیہار میں قائم اسکولوں کا تعلیمی و انتظامی جائزہ لیا۔ جائزہ کے بعد امارت پبلک اسکول کٹیہار میں منعقد ٹیچرز۔ پیرنٹس میٹنگ منعقدہ 14 فروری 2023 کے موقع پر اپنے ایک بیان میں کہا: امارت پبلک اسکول زیر انتظام امارت شرعیہ میں بہتر تعلیم ہونے کی وجہ سے قلیل عرصہ میں اس اسکول نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔

انہوں نے اسکولوں میں دی جارہی تعلیم کا جائزہ لیا، گارجین میٹنگ کر کے بچوں کی تعلیم کا فیڈ بیک لیا، گارجین حضرات نے تعلیم اور انتظام پر اطمینان کا اظہار کیا۔ اساتذہ کرام سے مخاطب ہو کر کہا کہ اسکول کی ترقی میں اساتذہ کرام کا کلیدی رول رہتا ہے۔ اس لئے مزید اسکول کی تعلیم کو بہتر کرنے کی کوشش کی جائے۔ اللہ کا فضل ہے کہ امارت شرعیہ نے اپنے قیام کے وقت سے ہی تعلیم کے فروغ کے لئے کلیدی رول ادا کیا ہے۔ بہت پہلے سے پھلواری شریف پٹنہ، آسنسول مغربی بنگال اور سیوان میں عصری تعلیم کے لیے اسکول قائم ہیں۔ جہاں ابتدائی کلاس سے لے کر ہائی اسکول تک کی تعلیم دی جارہی ہے۔ 2018 میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فکر سے نگڑی، رانچی اور گریڈیہہ جھارکھنڈ میں دو اسکول قائم ہوئے دونوں جگہوں پر ابتدائی کلاس سے مڈل اسکول تک تعلیم ہو رہی ہے۔

2022 میں مفکر ملت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب امیر شریعت ثامن کی فکرمندی اور کوشش سے اربا (ضلع رانچی)، سہوڑا (ضلع گڈا)، کٹیہار شہر، گلاب باغ پورنیہ اور بخشی بازار کٹک میں پانچ اسکول امارت پبلک اسکول کے نام سے قائم ہوئے۔ حضرت نے تمام اسکولوں کا افتتاح فرمایا اور تعلیم کی شروعات ہوئی۔ ان تمام اسکولوں میں اسلامی ماحول میں عصری تعلیم سی بی ایس ای نصاب کے مطابق انگلش میڈیم میں دی جاتی ہے۔ بچوں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ دینیات، قرآن، اردو اور عبادات پر بھی خاص توجہ دی جاتی ہے۔ تہذیب و تمدن صفائی ستھرائی اور سلیقہ مندی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، کوشش کی جاتی ہے کہ اساتذہ کرام اور معلمات اسلامی ماحول میں رہ کر بچوں کو تعلیم و تربیت دیں۔ بچوں کو نماز سیکھنے اور پابند بنانے کے لئے ہر اسکول میں ظہر کی نماز اساتذہ کرام اپنے ساتھ پڑھاتے ہیں، بچیوں کو معلمات اپنی نگرانی میں نماز پڑھواتی ہیں۔ بچوں کی ذہنی وسعت کے لئے تمام اسکولوں میں ایک ایک پیریڈ کھیل کر رکھا گیا ہے۔ وقفہ وقفہ سے بچوں کا ٹیسٹ لیا جاتا ہے تاکہ بچوں کے پرفارمنس کا پتہ چلتا رہے۔ سالانہ امتحان میں اول دوم اور سوم آنے والے بچوں کو اور اسی طرح سو فیصد حاضر رہنے والے بچوں کو ہمت افزائی کے لیے انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ ہر دو ماہ بعد مرکزی دفتر سے بچوں کا تعلیمی جائزہ لیا جاتا ہے اور ہر ماہ کے آخر میں امارت شرعیہ کے ذریعے چل رہے تمام اسکولوں کے بچوں کی حاضری کا ریکارڈ، تعلیمی صورتحال اور دیگر انتظامی امور کا جائزہ مفکر ملت امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی صاحب آن لائن لیتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ مفکر اسلام حضرت امیر شریعت سابع مولانا سید محمد ولی رحمانی کا منتخب کردہ نام ''امارت پبلک اسکول'' کو برانڈ نیم بنانے اور روشن کرنے میں موجودہ امیر شریعت، نائب امیر شریعت، قائم مقام ناظم و دیگر ذمہ داران کی فکرمندی اور کوشش کو خاص دخل ہے۔ وہیں اسکولوں کے انچارج، پرنسپل، اساتذہ کرام، ملازمین، مقامی ذمہ داران، گارجین حضرات کی معاونت کا بھی اہم رول ہے۔ گارجین کے تأثرات کے بعد اندازہ ہوا کہ ان اسکولوں کو عوام کا اعتماد حاصل ہوا ہے اور تعلیم پر گارجین اور بچے مطمئن ہیں۔ بچوں اور اساتذہ کرام میں اسلامی ماحول کا اثر بھی دیکھنے کو مل رہا ہے۔ میٹنگ مولانا قاضی شمشیر احمد صاحب کی صدارت میں ہوئی۔ مہمان خصوصی کی حیثیت سے حاجی زین العابدین صاحب کٹیہار شریک ہوئے۔ مولانا عبدالحق صاحب نائب قاضی شریعت نے گارجین حضرات کا استقبال کیا اور کہا کہ بچوں کو وقت پر اسکول بھیجنا اور ان کے لئے ناشتہ کا نظم کرنا گارجین کی ذمہ داری ہے۔ جناب حاجی زین العابدین صاحب نے امارت شرعیہ کے بزرگوں کا شکر ادا کیا اور کہا کہ کٹیہار میں اس طرح کا اسکول قائم کیا ہے۔ مولانا شمشیر احمد قاسمی قاضی شریعت کٹیہار نے اپنے صدارتی خطاب میں کہا کہ امیر شریعت صاحب کا مقصد اسلامی ماحول میں عصری تعلیم کا فروغ ہے جس پر یہ اسکول قائم ہے، اساتذہ کرام محنتی ہیں اور بچوں کے گارجین بھی تعلیم کے سلسلے میں متحرک ہیں۔ میٹنگ میں گارجین حضرات نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا اور اسکول کی بہتر کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کیا۔ آخر میں اعلان کیا گیا کہ آئندہ سال کے لئے داخلہ شروع ہے اس لیے جو حضرات اپنے بچوں کو اسکول میں داخل کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں وہ اپنے بچوں کا داخلہ امارت پبلک اسکول میں جلد سے جلد کرائیں اور اپنے بچوں کے ایمان، عقیدے اور تعلیم کو مضبوط اور پختہ کرنے کی کوشش کریں۔ موجودہ سیشن کے اختتام پر مارچ 2023 میں سالانہ امتحان ہوگا اور اپریل 2023 سے نئے سیشن کی شروعات ہوگی۔ اس موقع پر ان بچوں کو انعام سے نوازا گیا جنہوں نے تعلیم کی شروعات سے اب تک ایک دن بھی غیر حاضری نہیں کی تھی، چند بچے 2 فیصد غیر حاضر رہے ایسے بچوں کو بھی ہمت افزائی کے لیے انعام سے نوازا گیا۔

حج 2023 کے لیے درخواست فارم جمع کرنے کا آغاز، آخری تاریخ 10 مارچ

حج 2023 کے لیے حج فارم جمع کرنے کا باضابطہ آغاز ہو گیا ہے اور یہ سلسلہ 10 مارچ 2023 تک جاری رہیگا۔ عازمین مرکزی حج کمیٹی کی آفیشل ویب سائٹ hajcommittee.gov.in پر آن لائن فارم بھر سکتے ہیں۔ درخواست گذار کے پاس 10 مارچ 2023 یا اس سے پہلے کا جاری کیا ہوا مشین ریڈیبل پاسپورٹ ہونا چاہیے جس کی میعاد کم سے کم 03 فروری 2024 یا اس کے بعد ہو۔ ساتھ ہی پاسپورٹ سائز فوٹو، آدھار کارڈ، کورونا ویکسین سرٹیفکٹ اور گروپ لیڈر کا بینک اکاونٹ کا کینسل چیک ہونا بھی لازمی ہے۔ ایک گروپ میں زیادہ سے زیادہ 4 لوگ درخواست دے سکتے ہیں۔ اس سال رجسٹریشن کی کوئی فیس نہیں رکھی گئی ہے۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ترک قرآن کی وجہ سے آج ہم خوار ہورہے ہیں: مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی

حضرت امیر شریعت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی دامت برکاتہم کے حکم وہدایت پر، ضلع سمڈیگا (جھارکھنڈ) اور ضلع سندرگڑھ (اڈیشہ) کی مسلم آبادیوں میں مولانا مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی صاحب نائب ناظم امارت شرعیہ کی زیر قیادت، امارت شرعیہ کے علمائے کرام کا دعوتی واصلاحی دورہ جاری ہے، جس کے ذریعے مسلمانوں کے سامنے امارت شرعیہ کا پیغام، اتحاد امت، تعمیر ملت، دینی وعصری تعلیم کی اہمیت وضرورت، اور اصلاح معاشرہ کے اہم موضوعات پر روشنی ڈالی جارہی ہے اور مسلمانوں کو نشہ، جہیز، تلک، بارات، اور سود جیسی سماجی برائیوں اور دینی بے راہ رویوں سے پاک زندگی گزارنے کی تلقین کی جارہی ہے۔ واضح رہے کہ اب تک ضلع سمڈیگا کے مختلف مقامات لسیا، بانو، سودے، ٹھیٹھی ٹانگر، سمڈیگا شہر، جامع مسجد اسلام پور، کرڈیگ اور صوبہ اڈیشہ کے مقام بن ڈیگا میں اجلاس ہو چکے ہیں، یہ اجلاس مختلف مقامات پر گزشتہ 11/فروری سے بحسن وخوبی جاری ہے اور تمام جگہوں کے اہل ایمان امارت شرعیہ کے حضرات علماء کا والہانہ استقبال کر رہے ہیں اور اس سے مسلمانوں میں خوشی کی لہر محسوس کی جارہی ہے۔ اسلام پور سمڈیگا کی جامع مسجد میں اس وفد کے قائد حضرت مولانا مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے مسلمانوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا کہ آج ہم مسلمان عملی طور پر اللہ کی کتاب، قرآن پاک کو چھوڑ چکے ہیں اور انہوں نے مسلم سماج میں پھیلی ہوئی برائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن کریم کی مختلف آیات پیش کیں اور کہا کہ اللہ ہمیں ان آیات میں سودی کاروبار، حرام کمانے، جھوٹ بولنے، غیبت کرنے، دوسروں کو تکلیف پہنچانے جیسے گناہ کے کاموں سے روکا ہے مگر ہم آج ان کو گناہوں میں مبتلا نظر آتے ہیں حقیقت میں اسی طرح کی بے عملی قرآن کو چھوڑنا ہے۔ اسی وجہ سے کل قیامت کے دن اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی بارگاہ میں امت کی شکایت کریں گے کہ میری امت قرآن پاک کو چھوڑ چکی تھی۔ آپ نے قرآنی تعلیمات کو زندگی میں لانے کے تعلق سے کہا کہ رکھئے قرآن کو خوبصورت جزدان میں لپیٹ کر اونچائی پر رکھنا، اسے آنکھوں سے لگانا اور بوسہ دینا، قرآن کو اپنانا یا ماننا نہیں ہے، اصل میں اس کے اندر اللہ کے بیان کردہ دستور اور احکام کو اپنی زندگی میں اتارنا قرآن کریم کو تسلیم کرنا ہے۔ امارت شرعیہ کے معاون ناظم جناب مولانا قمر انیس قاسمی صاحب نے امارت شرعیہ کی سوسالہ خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ امارت شرعیہ مسلمانوں کا دھڑکتا دل ہے، جس نے ہر موقع پر مسلمانوں کی دینی ملی اور رفاہی خدمات انجام دی ہیں۔ لہذا جب بھی کوئی تقاضا امارت شرعیہ کی جانب سے آئے تو ہر ایمان والے کا فرض ہے کہ وہ امارت شرعیہ کے تقاضے کو پورا کرنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھیں۔ جناب مولانا احمد حسین قاسمی مدنی معاون ناظم امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ کی حالیہ کارکردگی بیان کرتے ہوئے مجمع سے فرمایا کہ الحمدللہ آج امارت شرعیہ موجودہ امیر شریعت مدظلہ کی سربراہی میں احسن طریقے پر سرگرم عمل ہے اور اس کے تمام شعبوں میں خاطر خواہ اور غیر معمولی ترقی ہورہی ہے، آپ نے اصلاح معاشرہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آج ہم نشہ خوری، سودی لین دین، بے حیائی، فریب کاری، والدین کی نافرمانی، تلک اور جہیز جیسی بے شمار سماجی برائیوں میں مبتلا ہیں اور ہم سے اجتماعی طور پر گناہ کبائر سرزد ہورہے ہیں، جس کی وجہ سے اللہ ہم سے ناراض ہے اور ہم اس کی رحمتوں سے محروم ہیں اور حالات ہمارے مخالف ہیں، اگر ہم سچے دل سے توبہ کریں، اللہ کے دین کی طرف پلٹیں، اللہ کے احکام کو اپنی زندگیوں میں داخل کریں اور فرد سے لے کر معاشرہ تک ہر کوئی اپنی اصلاح کرلے تو ضرور بالضرور حالات بدلیں گے اور اللہ کی رحمت ہماری طرف متوجہ ہوگی۔ مرکزی دارالقضاء پٹنہ کے معاون قاضی مولانا مفتی محمد مجیب الرحمٰن قاسمی نے امارت شرعیہ کے نظام قضاء پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ امارت شرعیہ کے تحت 83 مقامات پر دارالقضا قائم ہیں جہاں سے مسلمانوں کے خاندانی جھگڑے حل کیے جاتے ہیں، انہوں نے میاں بیوی کے اسلامی حقوق اور میراث کے قانون پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ان کے علاوہ اس دورۂ وفد کے مختلف اجلاس میں ضلع سمڈیگا کے قاضی شریعت مولانا محمد مختار عالم قاسمی، مولانا سراج احمد قاسمی، مفتی محمد اسرافیل قاسمی ناظم مدرسہ تجوید القرآن سمڈیگا، راورکیلا کے قاضی شریعت مولانا محمد داؤد قاسمی کے بھی نہایت جامع اور اصلاحی بیانات ہوئے۔ جب کہ ان تمام اجلاس کی نظامت کے فرائض امارت شرعیہ کے مبلغین محترم جناب حافظ شہاب الدین صاحب اور مولانا مجاہد اللہ قاسمی صاحب نے بڑی خوبصورتی سے انجام دیے اور انہوں نے بڑی محنت سے ان تمام پروگراموں کو منظّم ومرتب شکل میں پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ اللہ اس دورہ وفد کے مفید اثرات مسلمانوں کے انفرادی واجتماعی زندگی پر ظاہر فرمائے آمین۔

گناہ سے توبہ کرنا صفت آدم ہے اور گناہ پر اصرار صفت ابلیس۔ وصی احمد قاسمی

امیر شریعت حضرت مولانا سید احمد ولی فیصل رحمانی کی ہدایت پر علی نگر اور تارڈیہ بلاک کے مختلف مقامات میں 14/تا 22 فروری وفد امارت شرعیہ کا اصلاحی ودعوتی دورہ مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ کے نائب قاضی شریعت مفتی وصی احمد قاسمی صاحب کی قیادت میں جاری ہے، اس وفد میں مفتی ارشد علی رحمانی قاضی شریعت دارالقضاء مہدولی دربھنگہ مولانا ابوشاہد قاسمی قاضی شریعت مدرسہ رحمانیہ سوپول مولانا شعیب عالم قاسمی مبلغ امارت شرعیہ حافظ عمیر صاحب مبلغ امارت شرعیہ کے علاوہ تارڈیہ بلاک تنظیم امارت شرعیہ کے صدر ڈاکٹر محمد نسیم اعظم صدیقی اور سکریٹری مفتی اختر رشید قاسمی بھی شامل ہیں۔ آج وفد کا پہلا پروگرام کٹہارا میں منعقد ہوا اس پروگرام میں خطاب فرماتے ہوئے قائد وفد مفتی وصی احمد قاسمی نے فرمایا کہ امارت شرعیہ مسلمانوں کے لئے اللہ کی عظیم نعمت ہے اسے ہمارے بزرگوں نے اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ قائم فرمایا اور اس اخلاص کی برکت ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے امارت شرعیہ کو اس دور کے مطابق امراء شریعت عطا کیے اور انہوں نے اپنی فراست ایمانی سے امت کی صحیح رہنمائی کا فریضہ انجام دیا موجودہ امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی بھی بڑے صاحب بصیرت ہیں اور ان کی یہ فکر ہے کہ مسلمان اس ملک میں اپنی شناخت کے ساتھ زندگی بسر کریں اور اس کے لئے گاؤں گاؤں میں دینی مکاتب کا نظام قائم کیا جائے اعلیٰ تعلیم کے ادارے قائم کیے جائیں اور مسلمانوں کے اندرونی اختلافات کو ختم کرنے کی عملی کوشش کی جائے، قائد وفد نے کہا کہ مسلمان ہونے کے لئے صرف نماز روزہ کافی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ہمیں دیکھ کر بھی پتہ چلے کہ ہم مسلمان ہیں، انہوں نے فرمایا کہ کہ جھگڑے کا ہونا گناہ کا ہونا غلط نہیں ہے لیکن اس پر جمے رہنا اور اصرار کرنا غلط ہے یاد رکھیں کہ غلطی کرنا اور اس پر ندامت کے ساتھ توبہ کرنا یہ حضرت آدم علیہ السلام کی صفت ہے اور گناہ پر جمے رہنا یہ ابلیس اور شیطان کی صفت ہے اس لیے اس فارمولے کو سامنے رکھ کر طے کیجیے کہ آپ کو کس کی صفت اختیار کرنی ہے، انہوں نے فرمایا کہ مسلمان جھوٹا شرابی، دھوکہ باز نہیں ہوسکتا اس کا مکمل خیال رکھیں۔

مفتی ارشد علی رحمانی قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ مہدولی دربھنگہ نے اپنے خطاب میں کہا کہ امارت شرعیہ کسی عمارت اور بلڈنگ کا نام نہیں ہے امارت شرعیہ اس نظام شرعی کا نام ہے جسے حضرات صحابہ کرام نے شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مدینہ میں قائم فرمایا تھا اور رسول اللہ کی نماز جنازہ سے پہلے امیر المومنین کا انتخاب کر کے پوری انسانیت کو یہ پیغام دیا کہ مسلمان بغیر امیر کے اپنی زندگی نہیں گزار سکتا، موصوف نے کہا کہ ہمیں مضبوطی کے ساتھ امیر شریعت کی آواز پر لبیک کہنا چاہیے اور ان کی ماتحتی میں زندگی گزارنے پر فخر محسوس کرنا چاہیے، انہوں نے کہا کہ نکاح کو آسان بنائیے جہیز تلک اور دیگر غیر مذہبی رسومات سے پرہیز کیجئے، موصوف نے کہا کہ نکاح کے مشکل ہونے کی وجہ سے بچیاں مرتد ہورہی ہیں گھروں سے بھاگ رہی ہیں آپ اپنے بچیوں کی صحیح تربیت کیجئے انہیں پردہ کی اہمیت بتائیے اور گھر کا ماحول اسلامی بنائیے۔ مولانا ابوشاہد قاسمی قاضی شریعت دارالقضاء مدرسہ رحمانیہ سوپول نے کہا کہ ذاتی برادری صرف شناخت اور تعارف کے لئے ہے اس لیے ذات برادری کی بنیاد پر اختلاف نہ کریں اتحاد کے ساتھ زندگی گزاریں، اور اگر اختلاف ہو جائے جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق دارالقضاء میں اپنے معاملات کو حل کریں کورٹ کچہری کے الجھن سے خود بھی بچیں اور اپنے بھائیوں کو بھی بچائیں۔ مولانا شعیب عالم قاسمی مبلغ امارت شرعیہ نے امارت شرعیہ اور شرکاء وفد کا جامع تعارف پیش کیا، حافظ عمیر رحمانی مبلغ امارت شرعیہ نے پروگرام کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

ضلع سوپول میں وفد امارت شرعیہ کا دعوتی واصلاحی دورہ 21 فروری سے

حسب ہدایت امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب ضلع سوپول کے چھاتا پور اور پرتاپ گنج بلاک میں وفد امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا دعوتی واصلاحی دورہ مورخہ 21 فروری 2023 سے 28 فروری 2023 تک ہوگا، وفد کی قیادت قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء مولانا محمد انظار عالم قاسمی صاحب فرمائیں گے، شرکاء وفد میں مولانا مفتی شمیم اکرم رحمانی معاون قاضی شریعت مرکزی دارالقضاء، مولانا ابوالقاسم رحمانی قاضی شریعت دارالقضاء سوپول، مولانا محمد نوشاد عالم مظاہری اور مولانا احمد حسین قاسمی مبلغین امارت شرعیہ کے نام شامل ہیں۔ پروگرام کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۲۱/فروری ۲۰۲۳ء بروز منگل: مرکز جامع مسجد سہوڑ واجھکھارگڑھ (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، موہن پور کٹھرہ عیدگاہ (بعد نماز مغرب)

۲۲/فروری ۲۰۲۳ء بروز بدھ: مرکزی مسجد چھاتاپور (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، جامع مسجد مہدی پور بازار (بعد نماز مغرب)

۲۳/فروری ۲۰۲۳ء بروز جمعرات: اندر پور اسکول والی مسجد (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، مدھوبنی حاجی محلّہ (بعد نماز مغرب)

۲۴/فروری ۲۰۲۳ء بروز جمعہ: جامع مسجد برموترا اللت گرام (جمعہ سے پہلے خطاب)، قاسمی مسجد للت گرام (بعد نماز مغرب)

۲۵/فروری ۲۰۲۳ء بروز سنیچر: جامع مسجد چاپن (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، جامع مسجد دیوان گنج (بعد نماز مغرب)

۲۶/فروری ۲۰۲۳ء بروز اتوار: مدرسہ اسلامیہ اشرف العلوم گھٹہا (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، جامع مسجد احمد نگر (بعد نماز مغرب)

۲۷/فروری ۲۰۲۳ء بروز سوموار: مرکز جامع مسجد پرتاب گنج بازار (صبح دس بجے تا نماز ظہر) سرجاپور (بعد نماز مغرب)

۲۸/فروری ۲۰۲۳ء بروز منگل: جامع مسجد پچھّم محلّہ کوڑٹیڑھا مور (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، مدرسہ مفتاح العلوم سوراجان مچھا (بعد نماز مغرب)

ضلع مدھے پورہ میں وفد امارت شرعیہ کا دورہ 23 فروری سے

حسب ہدایت امیر شریعت حضرت مولانا احمد ولی فیصل رحمانی صاحب ضلع مدھے پورہ کے مختلف مواضعات میں وفد امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کا دعوتی واصلاحی دورہ مورخہ 23 فروری 2023 سے 03 مارچ 2023 تک ہوگا، وفد کی قیادت مفتی امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ مولانا مفتی محمد سعید الرحمٰن قاسمی صاحب فرمائیں گے، شرکاء وفد میں مولانا قمر انیس قاسمی معاون ناظم امارت شرعیہ، مولانا راشد قاسمی صاحب معاون قاضی مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ، مولانا وحید اللہ صاحب قاضی شریعت دارالقضاء مدھیلی، ضلع مدھے پورہ، مولانا رئیس اعظم رحمانی مبلغ امارت شرعیہ، مولانا عبدالقادر قاسمی مبلغ امارت شرعیہ، مولانا عبیداللہ مظاہری صاحب صدرالمدرسین مدرسہ فرقانیہ عربیہ محمد پور، مدھیلی، مولانا ابوالکلام رحمانی صاحب کھوکسی، مدھے پورہ، مولانا مفتی مرتضٰی صاحب رحمانی، بنس گوپال مدھے پورہ اور جناب مولانا عبدالجلیل قاسمی صاحب رام پور مدھے پورہ کے نام شامل ہیں۔ پروگرام کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۲۳/فروری ۲۰۲۳ء بروز جمعرات: جامع مسجد لوالگان (بعد نماز مغرب)

۲۴/فروری ۲۰۲۳ء بروز جمعہ: بھرت کھنڈ باسہ (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، جامع مسجد سونبرسا (بعد نماز مغرب)

۲۵/فروری ۲۰۲۳ء بروز سنیچر: چھوٹی مسجد پیپنا (صبح دس بجے تا نماز ظہر) جامع مسجد مدھیلی (بعد نماز مغرب)

۲۶/فروری ۲۰۲۳ء بروز اتوار: جامع مسجد سپردہ (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، جامع مسجد اورائے (بعد نماز مغرب)

۲۷/فروری ۲۰۲۳ء بروز سوموار: جامع مسجد بگھوادیارہ (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، جامع مسجد بنس گوپال (بعد نماز مغرب)

۲۸/فروری ۲۰۲۳ء بروز منگل: مدینہ مسجد رہٹہ (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، مدرسہ مرقات العلوم رامپور ڈہرو (بعد نماز مغرب)

یکم مارچ ۲۰۲۳ء بروز بدھ: جامع مسجد جھنجھری (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، نئی جامع مسجد کھوکسی (بعد نماز مغرب)

۲/مارچ ۲۰۲۳ء بروز جمعرات: جامع مسجد بشن پور (صبح دس بجے تا نماز ظہر)، جامع مسجد سگردینا (بعد نماز مغرب)

۳/مارچ ۲۰۲۳ء بروز جمعہ: ہتھیوندا مدرسہ محلّہ (بعد نماز مغرب)

ملحقہ مواضعات میں بجراہا، کنجوری، بھاگی پور، فلوت، لوالگان، کھوپریا، سہوریا، چونسہ، کیلاباری، بربل ٹولہ، تراسی، تلاٹھی، کلاسن، ارجپور، ڈھبروٹولہ، منوہر پور، بدری ٹولہ، کھوکن ٹولہ، کیلاباری، نبٹولیہ، جلال باسہ۔ خیرہو، چندہ حبیب ٹولہ، ڈمریل، پورینی بازار، اورھلاہا، بگھوا، جھنڈاپور، نوراللہ پور، نیا ٹولہ، رہٹہ گوٹ، ، رہٹہ، عیدگاہ ٹولہ رہٹہ، پھلواری شریف رہٹہ، میر غیاث ٹولہ، پھنہن، بھتاٹولہ، کھورا، اوداکشن گنج، دہٹواری، مظہر پٹی، تراسی، تیل ڈیہا، منجورہ، چھوٹی رہوا، بڑی رہوا، کمہار پور، چھوٹی نردے، بڑی نردے، کروتی بازار، کروتی نہر ٹولہ، اسلام پور، سنگار پور، تلسیا، ببھن گاواں، نیا ٹولہ سگردینا، جموارہ ٹولہ، راعین ٹولہ، بھتہ ٹولہ، شیخ ٹولہ ہتھیوندا، برہیا بہاری گنج، گستھن وغیرہ شامل ہیں۔

انتخابِ رشتہ: دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بندِ قبا دیکھ!

مفتی عین الحق امینی قاسمی

کہا گیا ہے کہ ’’رشتہ نوستہ ہوتا ہے‘‘ یعنی رشتے آسمان میں طے ہوتے ہیں، شاید اس جملے کا مفہوم وہ نہیں ہے جو عام طور پر سمجھا جا رہا ہے، بلکہ جو رشتہ آسمان میں طے ہوتا ہے یا جو رشتہ نوستہ ہوتا ہے، اس سے مراد وہ حقیقی رشتے ہیں جو انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی لکھ دیئے جاتے ہیں کہ یہ پیدا ہونے والا بچہ رشتے میں فلاں کا بیٹا، پوتا، بھتیجا، یا بھائی بہن ہوگا۔ یہ وہ رشتے ہیں جو رب کی طرف سے متعین ہیں، جس میں انسان کا اختیار کچھ بھی نہیں ہے، انسان کا سب سے پہلا رشتہ ماں باپ کے ساتھ ہوتا ہے، پھر اس کے بعد دور نزدیک دنیا بھر کے رشتے ہیں، جن سے انسانی زندگی میں خوبصورتی آتی ہے یا کہہ لیجئے کہ انہیں رشتوں کی وجہ سے انسان خود کو اپنے اندر قوت محسوس کرتا ہے، یہ وہ رشتے ہیں جن سے حسب قرابت حقوق بھی وابستہ ہوتے ہیں، اور جواب دہی بھی، قرآن مقدس میں صاف آیا ہے کہ ’’ہم نے انسان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے‘‘(سورہ لقمان، ۱۴) سورہ نساء میں فرمایا: اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ اور پڑوسی، رشتہ دار سے، اجنبی ہمسایہ سے، پہلو کے ساتھی، اور مسافر سے اور ان لونڈی غلاموں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، احسان کا معاملہ رکھو، یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار مین مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے (سورہ نساء، ۳۶) یہی وہ رشتے ہیں جس کے تقدس کا خیال رکھنے کی تاکید احادیث میں بھی بکثرت آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ’’رشتوں کو جوڑنے والا (یعنی صلہ رحمی کرنے والا) وہ نہیں ہے جو صرف اُنہیں لوگوں سے جڑنے کی کوشش کرے جو اُس سے جڑ کر رہنا چاہتے ہوں، بلکہ رشتوں کو جوڑنے والا حقیقت میں تو وہ ہے جو ایسے لوگوں سے بھی تعلقات استوار رکھنے کی کوشش کرے جو اس سے کٹ کر رہنا چاہتے ہیں (بخاری حدیث نمبر ۵۶۴۵) ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ رشتوں ناتوں کو توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا (مسلم شریف ۲۵۵۶)

یہاں تک ان رشتوں کا بیان تھا جو اللہ کے بنائے ہوئے ہیں، کچھ رشتے ایسے بھی ہیں جو انسانی کوششوں اور ان کی دلچسپیوں سے وجود میں آتے ہیں، اس میں انسانی انتخاب کا دخل ہے، مثلاً بیوی، شوہر اور دوست وغیرہ کا انتخاب۔ یہ وہ رشتے ہیں جن سے جانبین سے رضامندی کے بعد ساتھ جینے مرنے کی لاج رکھنی ہوتی ہے؛ مگر اس میں اصل انتخاب اور حسن انتخاب کا کمال ہے، انسان کا انتخاب اس کی سوچ کا مظہر ہوتا ہے، اپنے خیالات کے اعتبار سے ہی انسان اپنے جیون ساتھی کے انتخاب میں پیمانہ متعین کرتا ہے اور ترجیحات طے کرتا ہے، یہ وہ مرحلہ ہے پوری جو زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے، قوت فیصلہ کی آزمائش اسی مرحلے سے شروع ہوتی ہے اور پوری زندگی جنت یا جہنم بناتی ہے، انتخاب کا مرحلہ مشکل بھی ہے اور تجربوں سے اس کا گہرا تعلق بھی، اسی لئے انتخاب رشتہ کا معاملہ اکثر صالح نوجوان اپنے گارجینوں کے سپرد کرتے ہیں اور ان کے فیصلے کا احترام کرتے ہوئے رشتے کو قبول کرتے ہیں۔ فرمان نبی کا مفہوم ہے کہ دنیا کی بہترین متاع اس کی نیک بیوی ہے، اچھی بیوی وہ ہے جس پر نگاہ پڑتے ہی شوہر کا دل خوش ہو جائے۔ صالح عورت کی شخصیت سے مرد کی زندگی میں نکھار آتا ہے اور اچھی عورتیں ہمیشہ اپنے شوہر کو مفید مشورے دیتی ہے جس سے شوہر کی زندگی میں ترقی وخوشحالی بھی آتی ہے۔

عام طور پر اس معاملے میں عدم حساسیت کا مظاہرہ ہوتا ہے، بچے ہوں یا بچیاں وہ اپنے لئے اِس انتخابی مرحلے میں انتہائی جذباتیت سے کام لیتے ہیں، بلکہ بعض اوقات تو گارجین تک کو ساتھ لینے اور اُن کی رضامندی کی قطعاً ضرورت محسوس نہیں کرتے، جب کہ یہ کام جذبات سے کرنے کا نہیں، بلکہ یہاں سنجیدگی برتنے اور دانشمندی دکھانے کی ضرورت ہے۔ زندگی اور پوری زندگی، دکھ سکھ، خوشی اور غم کا مرحلہ ہے، اس مرحلے میں ہمارے نوجوان بچے بچیاں اپنا صبر وتحمل کھو بیٹھتے ہیں اور بڑوں کی دخل اندازی یہاں پر وہ سیدھے سے رکاوٹ خیال کرتے ہوئے انہیں راہ سے ہٹا کر فیصلہ لینے کی ناکام جرأت کر بیٹھتے ہیں، یہ زندگی کی بہت بڑی بھول ہے۔ اس سلسلے میں کثرت سے دیکھا گیا ہے کہ والدین اور گھر کے بعض بڑوں سے بھی طرح طرح کی غلطیاں سرزد ہوتی رہتی ہیں، جن کے منفی اثرات سے وہ بچہ متأثر ہوتا رہتا ہے جو نئی زندگی کی شروعات کے لئے ’’جیون ساتھی‘‘ کے انتخاب کی ذمہ داری اپنے سے بڑوں کے سر، دی ہوئی ہوتی ہے:

پہلی غلطی یہاں یہ ہوتی ہے کہ بجائے لڑکی کی سیرت اور خاندانی نیک پن معلوم کرنے کے وہ لڑکی والوں میں ’’گودا‘‘ تلاشتے ہیں، تاکہ وہ بوقت ضرورت مطالبے اور ’’مانگ ڈمانڈ‘‘ کے نتیجے میں موٹی رقم دے کر ان کی برسوں کی تمنا پوری کر سکیں، جب کہ لڑکیوں کے سرپرست عام طور پر بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے کے موقع پر حیثیت سے کہیں زیادہ بہتر انداز میں از خود چاہتے ہیں کہ دختر نیک اختر کو لے دے کر رخصت کریں۔ مگر یہاں لڑکوں کی طرف سے بننے والے گارجینوں کی یہ غلطی انتخاب رشتہ کے پورے مرحلے کو پر تعفن بنا دیتی ہے، اور یہیں سے لڑکے والوں کے چھچھورے پن کا اظہار شروع ہو جاتا ہے۔

کئی بار بچی والے اس بوجھ کو اٹھانے کی جب ہامی بھر دیتے ہیں، تب نمبروار کبھی گاڑی، کبھی زیورات اور کبھی فرنیچر کے علاوہ کھانے پینے یہاں تک کہ جوتے چپل، بنیائین اور انڈرویر تک کے مطالبے کا ایک غیر مختتم سلسلہ جاری رہتا ہے، جس کا احساس گھر میں خاموش تماشائی بنی اُس بے زبان بچی کو بھی اندر سے توڑ دیتا ہے جس کے والدین اپنی پیاری لخت جگر کی خوشی کے لئے جوکھم اٹھا رہے ہیں، یہ بچی جب اس گھر میں قدم رکھتی ہے تو قدم رکھتے ہی اپنے ساس سسر اور نندوں کو ستر گھاٹ کا پانی پلا دیتی ہے تب لڑکے والے اُس لڑکی کی بدمزاجی یا بداخلاقی کا رونا روتے نہیں تھکتے۔ بعض گارجینوں کا حال یہ ہے کہ کسی بچی والے کی طرف سے اگر رشتہ آیا، بس وہ اس جانکاری لینے میں دلچسپی لیتے ہیں کہ یہ مجبور اور مظلوم لڑکی والا ہمیں کیا سب عطا کریگا، فلاں جگہ سے رشتہ آیا ہے اُس نے یہ سب دینے کی بات از خود کہی ہے آپ کیا سب دیں گے؟

اسی طرح دوسرا مرحلہ لڑکی دیکھنے کا ہوتا ہے، جس میں ایک سے بڑھ کر ایک ناٹک اور ڈراما لڑکے والے کرتے ہیں، پھر ساری جہتوں سے لڑکی دیکھنے کے بعد ایک سے ایک کمی نکال کر رشتہ کینسل کرنے کا رجحان بھی عروج پر ہے، لالچیوں میں کیا پڑھا لکھا اور کیا جاہل قسم کے لوگ، سبھی حمام میں ننگے دیکھائی پڑتے ہیں، رونا تو اس بات کا ہے کہ عورتوں کے سامنے مرد اتنا بے بس ہو جاتا ہے کہ وہ عورتوں کے رکھیل کی طرح کہیں اپنی جرأت دکھانے کی نہ پوزیشن میں ہوتا ہے اور نہ اس کی ضرورت ہی محسوس کرتا ہے کہ ہمارے پاس بھی بیٹیاں ہیں، کیوں ہم لوگ اپنا معیار اس حد تک گرانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اس معاملے میں مردوں کو حساس ہونے کی ضرورت تھی تا کہ انتخاب رشتہ کے حوالے سے سماج ومعاشرے میں پھیلی برائیوں پر بند باندھا جا سکتا، مگر جس سے امید ہے وہی راہ سے بے راہ۔ انتخاب رشتہ کا موقع اللہ سے متاعِ خیر مانگنے کا تھا، ہم متاع فتنہ مانگنے میں لگے ہیں، ہمیں خالق سے مانگنا تھا، ہم مخلوق سے مانگنے لگے، ہمیں مانگنا تھا کہ اللہ نیک اور صالح خاتون میرے لئے منتخب فرما، اللہ ایسی نیک سیرت بہو دے جو میرے گھر میں خیر وبرکت کا ذریعہ بنے، نماز وقرآن کا پابند ہو، اسلامی طور طریق سے واقف ہو، اے اللہ آنے والی دلہن کو میرے اہل خانہ اور میرے بچے کے لئے رحمت بنا، زحمت نہ بنا، اُس آنے والی بچی کو میرے جملہ رشتہ داروں کے حق میں شرف وعزت کا سبب بنا ذلت ورسوائی کا ذریعہ نہ بنا، اللہ میرے بچے کو صحتوعافیت اور حلال روزی دے تاکہ وہ اپنے ماتحتوں کی خوبیوں کے ساتھ حقوق ادا کر سکے وغیرہ وغیرہ۔ ضرورت ہے کہ شرور سے بچتے ہوئے خیر کی طلب ہو، شرور سے بچے بغیر، خیر کی طلب وکوشش سودمند کبھی نہیں ہو سکتی، پہلے ناپاکی دور کی جائے گی، تبھی پاکی حاصل ہو سکتی ہے ناپاکی کے ساتھ پاکی حاصل ہونا بہت مشکل ہے، گناہوں کو چھوڑنے کے عزم کے ساتھ توبہ قبول ہوگی، گناہ بھی ہوتا رہے اور اس گناہ سے توبہ بھی!! اچھی بہو اور نیک سیرت بیوی کے لئے نیت اور عمل دونوں کا قبلہ درست کیجئے، اس کے بغیر رشتہ تو مل سکتا ہے؛ مگر سکون اور عزت نہیں۔ ہمارے لئے اس معاملے میں محسن انسانیت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے، اسی نمونے کے مطابق معاشرتی امور طے کرنے میں حقیقی کامیابی ہے۔ آپ ولیمہ کرا کے اپنے خاص مہمانوں کی اپنے گھر ضیافت کیجئے، اپنے کپڑوں میں شادی کا عمل انجام دیجئے، لڑکے اور لڑکی کی مناسبت سے مہر رکھئے، نہ کم اور نہ زیادہ مہر رکھئے، کوشش کیجئے نقد ادا کرنے کی، تا کہ معاشرے میں نقد مہر ادا کرنے کا رجحان پروان چڑھے، جو دو چار آدمی لڑکی رخصت کرانے جائیں ان کے لئے اپنے کرائے کے نظم سے گاڑیوں کا انتظام کیجئے، لانبی چوڑی برات کی بھیڑ بھاڑ کے گناہ اور بغیر دعوت کے کھانے سے بچیئے، شادی کو آسان بنایئے، سادگی اور کم خرچ سے شادی کیجئے، فضول خرچی، ناچ گانے اور آتش بازی سے خود کو بچایئے! اسلامی تہذیب کو برتئے، برکت والی شادی کیجئے، تا کہ آپ خوش رہ سکیں، سماج میں عزت کما سکیں، خالق ومخلوق کے یہاں رسوا اور ذلیل ہونے سے بچ سکیں۔

یہاں آخری پیراگراف میں ہم لڑکیوں کے اولیاء سے بھی دو چند باتیں عرض کرنا چاہیں گے کہ اگر آپ مسلمان ہیں اور ایک مسلمان سے آپ نے اپنی بچی کا رشتہ طے کیا ہے تو خدارا ’’ناک اور عزت‘‘ کی دہائی دے کر لڑکے والوں کو ’’غلط راہ‘‘ اختیار کرنے پر مت مجبور کیجئے، انہیں برات لانے پر مت جھکایئے، جن غلط کاموں سے وہ بچنا چاہتے ہیں، انہیں غلط کاری پر راضی نہ کیجئے، بے جا رسوم ورواج سے اپنے گھر کو بچایئے، فضول خرچی سے آپ بھی اپنی بیٹی کی شادی کو پاک رکھئے، لڑکے والوں سے گاڑیوں کی لانبی قطار دروازے پر لانے کی شرط مت رکھئے، بیٹی کو آپ کیا سب دے رہے ہیں، اُس کا مجمعِ عام یا دوسروں کے سامنے دکھاوا مت کرایئے، بلکہ چرچہ کرنے سے بھی بچیئے۔ ذہن میں اس بات کو جگہ دیجئے کہ اگر اللہ نے آپ کو صلاحیت دی ہے کہ آپ بچی کو کائنات دے رہے ہیں، ضرور دیجئے، مگر ایسا ماحول مت بنایئے کہ آپ کی وجہ سے غریب والدین کی کمر ٹوٹ جائے یا آپ کے لین دین کی وجہ سے غریب بیٹیاں سماج کے لئے بوجھ بن جائیں اور اسلامی معاشرہ میں آسان نکاح کو فروغ دینے کی بجائے معاشرے کی بیٹی بیٹیاں گناہوں میں ملوث ہو کر معاشرے کی ہلاکت وبربادی کا سبب بننے لگیں۔ آخری بات!

اسلام میں نکاح ایک اہم عبادت ہے، رسول مقبول ﷺ نے اسے آسان بنا کر عملاً پیش فرمایا، مگر ہم مسلمانوں نے اسے خواہشات کے تابع بنا دیا ہے جس کے نتیجے میں نکاح جیسا مقدس عمل عیش پرستی، تفریح طبع اور فیشن بن کر رہ گیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ نکاح سے قبل انتخاب رشتہ کے وقت کوئی قد ناپتا ہے، کوئی رنگ دیکھتا ہے، کوئی دولت کا اندازہ کرتا ہے، کوئی خوبصورتی کے پیمانے پر لڑکی کو پرکھتا ہے تو کوئی تعلیم کا اپنا معیار پیش کرتا ہے، کوئی عمر اور وزن کو دیکھتا ہے اور اب تو نوکری اور جاب کو پسند اور ناپسند کا پیمانہ بنا دیا گیا ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس سلسلے میں بعض جتنا قابل ہے وہ اِس معاملے اُتنا ہی بے راہ روی کا شکار ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی مال کی وجہ سے کوئی خوبصورتی وجمال کی وجہ سے اور کوئی حسب ونسب میں کمال کی وجہ سے آپس میں رشتہ کرتا ہے؛ مگر جو دین اور حسن سیرت کو معیار بنا کر رشتہ طے کرے گا وہ کامیاب ہوگا۔ اطلاع یہ ہے کہ ایک شخص بعض اوقات پچاس پچاس لڑکیوں کی تصویریں دیکھتا ہے، بارہ سے پندرہ گھروں میں براہ راست لڑکیاں دیکھتا ہے، پھر کہیں ایک جگہ رشتہ کرتا ہے، اس طرح اپنی اوچھی حرکت سے وہ بہت سے دلوں کو تکلیف پہنچانے کا سبب بنتا ہے؛ مگر ’’جیسی نیت ویسی برکت‘‘ کہ اخیر میں اُس بری طرح سے ٹھکاتا ہے کہ وہ سماج کے لئے ’’سامان عبرت‘‘ ثابت ہوتا ہے۔

آیئے ’’مسنون نکاح مہم‘‘ کو کامیاب بناتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ شریعت کے مطابق مسلم معاشرے میں شادی کے عمل کو فروغ دیں گے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے پیغام کو گھر گھر پہنچا کر ہزاروں بن بیاہی بیٹیوں کیلئے رشتوں کو آسان کرتے ہیں، تاکہ سماج میں کم خرچ کے ساتھ برکت والے نکاح کی ماحول سازی ہو اور تلک وجہیز کی لعنت سے پاک صالح معاشرہ کی تشکیل میں ہم ایک مؤثر کردار اور ذمہ دار شہری ہونے کا رول ادا کر سکیں۔

کئی ریاستوں میں اسمبلی انتخابات

سیمی فائنل شروع، فائنل کی تیاری

پروفیسر عتیق احمد فاروقی

اس سال فروری اور دسمبر کے درمیان تلنگانہ سے تریپورہ تک ایک دو نہیں ۹/ ریاستوں کے اسمبلی انتخابات ہونے والے ہیں اور مئی 2024 میں عام انتخابات ہوں گے۔ اس سال جن ۹/ ریاستی اسمبلیوں کے انتخابات ہونے والے ہیں ان میں تریپورہ، ناگالینڈ اور میگا ھلے کے انتخابات پہلے ہوں گے اور یہاں کے انتخابات کی تواریخ کا بھی اعلان کر دیا گیا ہے۔ بعد ازاں کرناٹک، راجستھان، مدھیہ پردیش، چھتیس گڑھ اور میزورم اسمبلی کے الیکشن ہونگے۔ سال کے آخیر میں تلنگانہ اسمبلی انتخابات کا مرحلہ آئے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ تمام اسمبلی کے انتخابات سیمی فائنل ہیں اور لوک سبھا کے عام انتخابات فائنل ہیں تو غلط نہ ہوگا۔ آج سب سے اہم سوال جو ہر طرف گونج رہا ہے وہ ہے: کیا ڈفنڈنگ چمپئن بی جے پی فائنل میں فتح حاصل کر پائے گی؟ یہ سوال جتنا دلچسپ ہے اتنا ہی تفتیشی و تحقیقی بھی ہے۔ ملک کے اگلے انتخابات کا حقیقی تجزیہ کرنے سے پہلے ہمیں اس بات کو قبول کرنا ہوگا کہ موجودہ وقت میں گرچہ بی جے پی نمایاں طور پر مستحکم پوزیشن میں ہے۔ اور اس نے اپنے انتخابات کی تشہیر یکم دسمبر 2022ء سے شروع کر دی ہے۔ اپنی تشہیر کے تعلق سے بی جے پی نے جو اقدام کئے، ان میں کچھ اہم ہیں: موبائل رکھنے والوں کیلئے خود ساختہ نشریہ، قومی تاریخی عمارتوں پر پارٹی سے متعلق تصاویر کا مظاہرہ، اخبار کے پورے صفحے پر پارٹی کا اشتہار اور سارے ممتاز روزناموں میں اپنی حصولیابیوں کے بارے میں وزیراعظم مودی کا اعلامیہ، حد تو یہ ہے کہ جی 20 لوگو کیلئے کمل کے پھول ہی کا انتخاب کیا گیا جو بی جے پی کا چناؤ نشان بھی ہے۔

اگر گجرات اور ہماچل پردیش کے گزشتہ سال کے انتخابات کے پس منظر میں بات کی جائے تو واضح ہو جائے گا کہ ان ریاستوں میں انتخابات کی تشہیر میں وزیراعظم ابتداء، وسط اور اختتام تینوں ہی تھے۔ اس سچائی سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ چیزیں ہماچل پردیش اور دہلی کے میونسپل انتخابات کے تناظر میں مقامی مسئلوں پر غالب ہونے کیلئے کافی نہیں تھیں لیکن ایک قائد جس کا مارننگ کنسلٹ کے گلوبل لیڈر کی تحقیق کے مطابق، مقبولیت کا مقام 59 فیصد قومی انتخابات میں کسی بھی پارٹی کو شکست دینے کا اہل ہے اس کے باوجود عوامی مقبولیت کے گراف میں کمی آئی ہے۔

اب حزب مخالف کی اہلیت پر بھی تبصرہ کر لیا جائے تو انتخابات کے نتائج کے امکانات کی تصویر اور واضح ہو جائے گی۔ جون 2019ء میں انتخابات کے نتائج کا جب تجزیہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ حزب اختلاف قائد سے محروم، منقسم، غیر منظّم اور مالی تنگی میں مبتلا ہے۔ حالیہ دور میں حزب اختلاف کا کوئی بھی غیر جانبدارانہ تجزیہ ان کمیوں سے ہی شروع ہوگا لیکن بالآخر ہمیں پتہ چلے گا کہ حزب مخالف کے درجات میں تخلیقی بربادی کی علامتیں موجود ہیں۔ شروعات کانگریس سے کرتے ہیں۔ بظاہر کانگریس کی 'بھارت جوڑو یاترا' عام طور پر کامیاب رہی ہے لیکن زیادہ تر میڈیا نے اس یاترا کا بائیکاٹ کیا ہے جو ان کی مجبوری تھی لیکن سوشل میڈیا اور بیرونی ممالک کی میڈیا سے کوئی بات کہاں چھپ پاتی ہے۔ یہاں تک کہ بی جے پی کے لوگ بھی بھیڑ، عوامی حمایت اور میڈیا کی پرکشش تصویر دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ کانگریس کا یہ قدم اس پارٹی کی خستہ حال الیکشن مشینری کو فعال بنانے کے مقابلے راہل گاندھی کی شبیہ کو سنوارنے میں زیادہ کارگر ثابت ہوا۔ اِس یاترا کا مقصد انتخابات میں فائدہ حاصل کرنا نہیں تھا جیسا کہ خود راہل گاندھی اور دیگر کانگریس لیڈران نے اعتراف کیا۔ راہل گاندھی نے واضح کر دیا تھا کہ یاترا کا مقصد مختلف مذاہب اور ذاتوں کے لوگوں کے بیچ محبت پیدا کرنا، نوجوان، کسانوں اور غرباء کے بیچ جا کر ان کے مسائل اور تکالیف کو سمجھنا اور ان کے حقوق کے تئیں انہیں بیدار کرنا ہے۔ یہ ایک تحریک ہے جس کا انتخابات سے کوئی لینا دینا نہیں ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس یاترا سے کانگریس کو مستقبل میں انتخابی فائدہ ضرور ہوگا، اب کتنا ہوگا یہ وقت بتائے گا۔

سچائی یہ ہے کہ کانگریس نے گجرات اسمبلی کے انتخابات میں اپنی فتح کیلئے کوئی خاص کوشش نہیں کی۔ اس کے برعکس عاپ نے وہاں الیکشن جیتنے کیلئے خاصی محنت کی اور نتیجتاً اس نے خود کو ایک تیسری طاقت کے طور پر قائم کیا جبکہ کانگریس کا ووٹ شیئر پانچ سال میں پندرہ شرح فیصد نکات گرا۔ پچھلی چار دہائیوں میں اگر کانگریس کی سیاست کے تعلق سے ایک آزمودہ حقیقت کسی کو بتانا ہو تو وہ ہے: جہاں کانگریس کسی ریاست کے انتخابات میں دوسرے مقام کے نیچے رہتی ہے، کبھی پلٹ کر اوّل مقام پر نہیں آئی ہے۔ راجستھان میں اشوک گہلوت اور سچن پائلٹ کے درمیان دو طرفہ ہلاکت آفریں تنازعہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا ہے۔ کرناٹک میں جہاں 2023ء کے انتخابات میں کانگریس کے فتحیاب ہونے کے امکانات کافی ہیں، کانگریسی لیڈران کو یقین نہیں ہے کہ سابق وزیراعلیٰ سدارمیا اور پارٹی سربراہ ڈی کے شیوکمار کے بیچ خفیہ جنگ ختم ہو پائے گی۔ کانگریس کی یہ حصولیابی ضرور ہے کہ اُس نے کامیابی کے ساتھ صدارتی الیکشن کرا لیا اور جو شخص اس میں فتحیاب ہوا اس کے نام میں گاندھی نہیں لگا ہوا تھا لیکن وہ گاندھی خاندان کا معتمد تھا اور جس امیدوار کو شکست ہوئی اس کی وفاداری گاندھی خاندان کے تئیں تو نہیں تھی لیکن وہ ششی تھرور کی شکل میں ایک قابل اور منجھا ہوا سیاست داں تھا۔ کانگریس کیلئے اس واقعہ کا منفی پہلو یہ ہے کہ آنے والے پارلیمانی الیکشن میں تھرور کی تھروانتا پورم نشست اب خطرے میں پڑ گئی ہے۔

کانگریس سے الگ عاپ نے اپنا ارادہ واضح کر دیا ہے۔ دہلی اور پنجاب پر کنٹرول حاصل کرنے کے بعد عاپ کا گجرات میں داخلہ اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اب یہ پارٹی قومی سطح پر 2024 کے عام انتخابات میں اپنی قسمت آزمائے گی۔ سیاسی مصلحت کے تحت کیجریوال نے کچھ حد تک بی جے پی کے قومیت کے تصور اور اس کی قدامت پسندی کے رویہ کو اپنانے کا مظاہرہ کیا ہے۔ شاہین باغ مظاہرہ پر ان کی خاموشی اور دہلی کے فسادات کو روکنے میں خاص دلچسپی نہ دکھانا اِس بات کی نشاندہی کرتا ہے۔ عاپ کو نہ تو مسلمانوں کا ووٹ ملنے کی امید ہے اور نہ بی جے پی کے ہندو رائے دہندگان مودی کو چھوڑ کر عاپ کی طرف راغب ہوں گے۔ دوسرے، اگر کیجریوال حزب مخالف کے ساتھ متحد ہو کر الیکشن نہیں لڑتے ہیں تب بھی اس کا فائدہ بی جے پی کو ہی ہوگا۔ یہ بھی واضح نہیں ہے کہ ایم کے اسٹالن کی درووڑ منترا کزگھم، جگن ریڈی کی وائی ایس آر کانگریس یا کے چندر شیکھر راؤ کی بھارت راشٹریہ سمیتی عاپ اور دوسری پارٹیوں کے ساتھ الیکشن لڑنے کیلئے کسی مشترکہ کم ترین پروگرام پر جو اپنے اپنے ووٹروں سے سماجی قرار پر دستخط کر چکے ہیں ان کے خلاف متحد ہو پائیں گے؟ ایک اہم ایشو یہ ہے کہ حزب مخالف کس مسئلے پر ایک پلیٹ فارم پر متحد ہوں۔ ایک مسئلہ مرکز کی آمریت کا بھی ہے لیکن یہ چلنے والا نہیں ہے کیونکہ ہر ریاست میں چاہے وہاں کسی بھی پارٹی کی حکومت ہو کچھ نہ کچھ آمریت کا رجحان موجود ہے۔ کسی ریاست میں 100 فیصد قانون کی حکمرانی یا جمہوری حکمرانی نہیں ہے۔ قومیت کا مسئلہ مختلف پارٹیوں میں اتحاد نہیں پیدا کر سکتا بلکہ اس کے مقابلے اگر بی جے پی کی مخالف ساری پارٹیاں عوامی خدمات پر اپنی توجہ مبذول کریں تو ان کے اندر ایک مؤثر اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ بی جے پی کے پاس فلاحی اسکیمیں تو بہت ہیں لیکن وہ ان کا نفاذ مؤثر طریقے سے نہیں کر پا رہی ہے، خصوصاً صحت اور تعلیم کے شعبوں میں۔ اخیر میں نتیجے کے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب تک سارا حزب اختلاف فلاحی کاموں کو مؤثر طریقوں پر نافذ کرنے کے ایشو پر ایک پلیٹ فارم پر نہیں آتا اور اپنی ریاستوں میں فلاحی کاموں کے نفاذ مؤثر طریقے سے نہیں کرتا تب تک میں نہیں سمجھتا کہ 2024ء کے عام انتخابات کے نتائج 2019ء سے الگ ہوں گے۔ صرف بی جے پی کی پالیسیوں اور ہندو دلوں کے راجا نریندر مودی کی تنقید کرنے سے کوئی کامیابی حاصل ہونے والی نہیں ہے۔ اپوزیشن پارٹیوں کو سر جوڑ کر بی جے پی کو اقتدار سے دور رکھنے میں کھلے دل سے حکمت عملی اپنانی ہوگی اس کے بغیر کامیاب نہیں مل سکتی ہے۔

بچوں کو ''خود حفاظتی'' کی تعلیم ضرور دیں

رابعہ شیخ

بچوں کی حفاظت والدین کا اولین فرض اور ذمہ داری ہے اس لئے ضروری ہے کہ والدین بچوں کی تربیت سے متعلق اپنی ذمہ داری نبھائیں، بچوں کو صرف بڑوں کی عزت کرنا، پڑھائی پر توجہ مرکوز کرنا اور بڑا آدمی بنانا تک محدود نہیں، ان کی اولین ذمہ داری ان کی حفاظت سے متعلق وہ آگاہی اور شعور پیدا کرنا ہے، جو ہم میں سے اکثر والدین فراہم نہیں کر پاتے، بچوں کا اغوا اور جنسی استحصال کے بڑھتے واقعات کی ایک اہم وجہ والدین کی بچوں کو اپنی حفاظت سے متعلق کم معلومات فراہم کرنا ہے، انہیں ان کی حفاظت سے وہ معلومات فراہم کریں جو ان کے لیے بہت ضروری ہیں۔ ذیل میں ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اکثر و بیشتر دوران تربیت ہم بہت چھوٹی سی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں اور یہی کم معلومات آگے چل کر کسی بڑے حادثے کا سبب بن جاتی ہیں۔

اجنبی افراد سے متعلق معلومات: والدین کا بچوں کو اجنبی افراد سے متعلق معلومات فراہم کرنا بے حد ضروری ہے انہیں چاہیئے کہ بنیادی تعلیم کے ساتھ انھیں یہ سکھائیں کہ اجنبی افراد سے گھلنا ملنا کسی طور پر مناسب نہیں، خاص طور پر جب وہ اکیلے ہوں۔ اگر وہ باہر یا کسی بھی جگہ اکیلے ہوں اور کوئی بھی اجنبی شخص انھیں اپنے ساتھ چلنے کو کہے تو انہیں ہرگز کسی پر یقین نہیں کرنا ہے۔ دوسری جانب اگر کوئی شخص اس کے باوجود بچے کے ساتھ زبردستی کرے اور ساتھ چلنے کے لئے ڈرائے دھمکائے تو بچوں کو چاہیئے کہ وہ وہاں زور زور سے چلانا شروع کر دیں، اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں ماریں۔

فون نمبر اور گھر کے ایڈریس سے متعلق معلومات: ویسے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بچے ہم سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں تو ان کی ذہانت کا فائدہ اٹھانے کے لئے نصابی تعلیم کے ساتھ ساتھ ذاتی معلومات بھی ذہن نشین کروا دیں۔ انھیں اپنے گھر کا فون نمبر اور ایڈریس ضرور یاد کروائیں اور انھیں سمجھائیں کہ خدانخواستہ اگر راستہ بھول جائیں تو کسی کی مدد کیسے لیں، لیکن یہ ضرور سمجھائیں کہ آپ کو ہر ایک پر بھروسہ نہیں کرنا ہے۔ آپ کو ہر کسی کو اپنے گھر کا ایڈریس یا فون نمبر نہیں بتانا ہے۔ صرف مصیبت کے وقت ہی مدد لینی ہے۔

عوامی مقامات اور راستوں سے متعلق معلومات: اپنے بچوں کو عوامی جگہوں اور راستوں سے متعلق ضرور معلومات فراہم کریں۔ مثال کے طور پر بچوں کو سمجھائیں کہ اگر آپ کسی عوامی جگہ پر ہوں، خدا نخواستہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں کس سے رابطہ کرنا چاہیے اور کہاں جانا چاہیے، مثلاً شاپنگ مالز میں استقبالیہ یا پارک کے سکیورٹی گارڈ، بچوں کو بتائیں کہ اُن مقامات پر کون سی ایسی جگہیں ہیں جہاں وہ آپ کے ساتھ اور آپ کے بغیر جا سکتے ہیں۔ بچوں کو راستوں سے متعلق آگاہی فراہم کریں انھیں کوئی بھی سائن بورڈ یا کسی بھی عمارت سے متعلق معلومات انٹرٹینمنٹ یا ان کی ذاتی دلچسپی کے ساتھ فراہم کریں۔

مارشل آرٹ کی تربیت: مارشل آرٹ انسان کے لئے خود کار حفاظتی اور دفاع کا اہم ذریعہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ دور حاضر میں خواتین پر بڑھتے ہوئے مظالم، بچوں کے بڑھتے اغوا کے معاملات کے پیش نظر اسکول طالبات، نوجوان لڑکیوں اور خواتین میں اپنے آپ کو بچاؤ کے طریقے سیکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی تعلیمی اداروں میں مارشل آرٹ کی تعلیم بطور نصاب شامل کر لی گئی ہے۔ والدین کیلیے ضروری ہے کہ بچے کو اس مضمون سے متعلق بھی تربیت ضرور فراہم کریں۔ بچوں کو بتائیں کہ کسی خطرے یا ایمرجنسی کی صورت میں یہ ان کی حفاظت کا بہترین ہتھیار ہے۔ جسے انھیں اپنے دفاع کے لئے استعمال کرنا چاہیے۔ دوسری جانب بچوں کو ہنگامی صورتحال سے متعلق معلومات فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔ مثلاً ہاتھ جل جانے، چوٹ لگ جانے، گھر میں اکیلے ہونے اور راستہ کھو جانے کی صورت میں انہیں کیا کرنا چاہیے؟ اس بارے میں بچوں کو پہلے سے ہی آگاہی فراہم کریں۔

بچوں کو باڈی رائٹس سے متعلق معلومات فراہم کریں: والدین کے لئے ضروری ہے کہ بچوں کو باڈی رائٹس سے متعلق بھی معلومات فراہم کریں۔ انھیں سمجھائیں کہ کوئی بھی شخص آپ کے جسم کے حساس اعضاء کو چھونے یا چھیڑنے کی کوشش کرے تو آپ کو بالکل برداشت نہیں کرنا ہے۔ والدین کو اس صورت میں انتہائی ہوشیار اور آنکھیں کھلی رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ رشتے داروں، گھریلو ملازمین، دوست احباب اور اجنبیوں کے ساتھ تعلقات اور ان کی گھر میں آزادانہ آمد و رفت کی وجہ سے بچوں میں زیادتی جیسے معاملات زیادہ دیکھنے میں آتے ہیں۔ چنانچہ ضروری ہے کہ بچے اجنبی لوگوں سے بھی ایک خاص فاصلہ رکھیں۔

بچوں کے اندر موجود خوف کو باہر نکالیں: بطور والدین آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنے بچے کے اندر سے وہ خوف نکالیں جس کے باعث وہ کوئی بھی زیادتی یا ناانصافی چپ چاپ سہہ جاتا ہے۔ اپنے بچوں کو خود اعتماد بنائیں اور انہیں حق کے لیے کھڑا ہونا اور بولنا سکھائیں۔ انہیں ایسا مت بنائیں کہ کوئی بھی ان کے ساتھ زیادتی یا ناانصافی کر جائے اور وہ چپ چاپ سہہ جائیں۔ (روزنامہ انقلاب 5/اپریل 2018)

مسلم پرسنل لا اور یونیفارم سول کوڈ - دو متضاد راستے

مولانا محمد زبیر ندوی

پوری دنیا میں بسنے والے تمام مسلمان جس مذہب کو مانتے ہیں وہ مذہب اسلام ہے، موجودہ دنیا میں یہ واحد مذہب ہے جو خدا کا عطا کردہ ہے اور اپنی اصلی شکل وصورت میں باقی ہے، دیگر مذاہب یا تو انسانی ذہن ودماغ کی کرشمہ سازیاں ہیں یا محرف اور مفقود الحقیقت ہیں، یہی وجہ ہے کہ مسلمان جس قدر اپنے دین کا سچا پرستار اور قدردان ہے، دنیا کا کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے پیروکار اس قدر اس کے وفادار اور قدردان ہوں، اور یہ ایسی حقیقت ہے جس کا ادراک ہر صاحب علم اور ذی شعور کو بالیقین حاصل ہے، ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اسلام اپنی مکمل اور کامل صورت میں موجود ہے اور قیامت تک کے لیے یہی دین راہنما اور کشتی حیات کا کھیون ہار ہے۔ اس کی شریعت وقانون پر عملدرآمد ہی زندگی کا مقصود ہے اسلام نے جو احکام اپنے ماننے والوں کو دیئے ہیں اس پورے مجموعے کا نام شریعت ہے اور شریعت کا ایک اہم جزء معاشرت اور عائلی زندگی ہے، یہ نظام معاشرت اور عائلی زندگی اسلام کا وہ عطیہ اور خدا کا وہ منصفانہ نظام ہے جو قرآن وحدیث کے نصوص اور اجماع ومجتہدین کی علمی کاوشوں کا کشید اور ماحصل ہے یہ عائلی سسٹم ہر انسان کی زندگی کا جزو لاینفک ہے جسے صحیح تعبیر میں اسلامک لاء اور خدائی قانون کہا جاسکتا ہے اور جو اسلامی شریعت کا نہایت اہم اور وسیع باب تھا جسے برٹش گورنمنٹ نے صرف وراثت نکاح خلع طلاق ایلاء ظہار نفقہ مہر حضانت اور اوقاف تک محدود کر کے سنہ 1937 میں ''مسلم پرسنل لاء'' سے تعبیر کیا۔

قرآن وحدیث کے نصوص میں صاف صاف انسانوں سے اسی قانون خداوندی پر عملدرآمد کا مطالبہ کیا گیا ہے اور وہ تمام قوانین جسے انسانی نابالغ اور غیر پختہ ذہن نے وضع کئے ہیں انہیں ہوا پرستی، ظلم وگمراہی اور خدا بیزاری سے تعبیر کیا گیا ہے، قرآن کریم نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے: ''ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ'' (الجاثیۃ 18) ترجمہ: پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک صاف راستے پر رکھا ہے بس آپ اسی پر چلئے اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے مت ہو جائیے جو جانتے نہیں۔ دوسرے مقام پر فرمایا گیا: ''اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ لَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ'' (الأعراف 3) ترجمہ: تمہارے رب کی طرف سے جو اترا ہے اسی پر چلو اور اس کے علاوہ اور دوستوں کی بات مت مانو، حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا یؤمن أحدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به'' ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہشات (پوری زندگی) میرے لائے ہوئے دین کے مطابق نہ ہو جائے۔

اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد یہ بھی ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ تاریخ کا ہمیشہ سے یہ المیہ رہا ہے کہ حق کا سامنا ہمیشہ باطل سے ہوا ہے خیر کی روشنی گل کرنے کے لئے شر کی آندھیاں وقتا فوقتا چلتی رہی ہیں، حق وصداقت کے سیل رواں کو روکنے کے لیے ظلم وستم کے پہاڑ ہمیشہ سد راہ بنتے رہے ہیں اقبال کی زبان میں یوں کہنا چاہیے:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز   چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

لیکن وہ شمع کیونکر بجھ سکتی ہے جسے خود خدا نے روشن کی ہو، آندھیاں چلتی رہیں گی لیکن اسکی روشنی بڑھتی اور پھیلتی رہے گی خمار بارہ بنکوی نے کیا خوب کہا ہے:

نہ ہارا ہے عشق نہ دنیا تھکی ہے   دیا جل رہا ہے ہوا چل رہی ہے

قارئین سے پوشیدہ نہیں کہ ہمارا ملک ہندوستان کی حکومت اور لاء کمیشن اسی خدائی نظام اور شرعی قانون کو ہٹا کر ایک نیا خود ساختہ ملحدانہ قانون تھوپنے کی ناپاک جسارت میں مبتلا ہے اور جسے وہ نہایت خوشنما لفظ uniform civil code یعنی یکساں شہری قانون سے تعبیر کرتی ہے، ہمارا ملک کثرت میں وحدت کا ایک شاہکار ہے، مختلف مذاہب وادیان اس کی طاقت اور گلہائے رنگارنگ ہی سے اس کی زینت ہے کہ گویا بقول ذوق:

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینت چمن   اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف میں

اس یکساں سول کوڈ کی بیج اگرچہ اسی وقت ڈال دی گئی تھی جب قانون سازوں نے دفعہ 44 مرتب کرتے ہوئے یہ الفاظ تحریر کئے تھے

The state shall endeavour to secure for citizens an uniform civil code throughout the territory of India

''یعنی حکومت کوشش کرے گی کہ پورے ملک میں شہریوں کے لیے یکساں شہری قانون ہو'' لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس کے نفاذ کی کوششیں تیز ہوتی گئیں، اور مختلف مواقع اور تقریبات پر اسے عمل میں لانے کے ارادوں کا اظہار کیا جاتا رہا؛ چنانچہ سنہ 1972 میں مرکزی وزیر قانون مسٹر گوکھلے نے متبنی بل پیش کرتے ہوئے کہا تھا: یہ مسودہ قانون ''یونیفارم سول کوڈ'' کی طرف ایک مضبوط قدم ہے۔ (یکساں سول کوڈ ص 12 از منت اللہ رحمانی)

سنہ 1973ء میں چیرمین آف لاء کمیشن مسٹر گجندر گڈ کر نے یہی بات بڑے جذباتی انداز میں کہی تھی:

''مسلمانوں کو یونیفارم سول کوڈ کو قبول کر لینے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کر لینا چاہیے، اگر انہوں نے خوش دلی کے ساتھ یہ تجویز منظور نہیں کی تو قوت کے ذریعہ یہ قانون نافذ کیا جائے گا'' (بحوالہ: مارچ 1973 میں بنگلور میں یونیفارم سول کوڈ کے موضوع پر تقریر)

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ حکومت جس یکساں سول کوڈ کو نافذ کرنے کی کوشش کر رہی ہے وہ آخر ہے کیا؟ اور وہ قانون کہاں سے آئے گا؟ کہا جاتا ہے کہ گھر کا آدمی گھر کی بات زیادہ بہتر جانتا ہے؛ اور چور کی داڑھی میں تنکا، اس حقیقت کو بھی مسٹر پاٹسکر نے بے نقاب کر دیا ہے، انہوں نے ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''ہندو قوانین میں جو اصلاحات کی جارہی ہیں وہ مستقبل قریب میں ہندوستان کی تمام آبادی پر نافذ کی جائیں گی؛ اگر ہم ایسا قانون بنانے میں کامیاب ہوگئے جو ہماری پچاسی فیصد آبادی کے لیے کافی ہو تو باقی آبادی پر نافذ کرنا مشکل نہ ہوگا، اس قانون سے پورے ملک میں یکسانیت پیدا ہوگی'' (بحوالہ: یکساں سول کوڈ ص 11 از: منت اللہ رحمانی)

مذکورہ بیانات اور اس وقت کے حالات مسلمانوں کو یہ بات سمجھانے کے لیے کافی ہیں کہ حکومت اور لاء کمیشن دونوں مسلم پرسنل لا کو ختم کر کے ایک ایسا نظام زندگی نافذ کرنے کے تگ ودو میں ہیں جو سراسر ناانصافی اور فرقہ پرستی پر مبنی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ایسا قانون ہے جو شریعت محمدی سے متصادم اور مسلم پرسنل لاء سے یکسر مغایر ومتضاد ہے؛ کیونکہ شریعت محمدی خدائی وفطری قانون پر مبنی ہے اور جس کی بنیاد وحی الہی اور رسالت محمدی ہے جبکہ یکساں سول کوڈ کی اساس عقل وخرد ہے یا زیادہ سے زیادہ کسی رشی منی کے ذہن میں آئے ہوئے خیالات ہیں۔

اور یہ بات بھی عالم آشکارا ہے کہ عقل انسانی کتنے ہی ترقیاتی منازل طے کر لے اپنے خالق سے آگے نہیں جاسکتی، انسانی ذہن ودماغ کے بنائے ہوئے قوانین گرچہ ظاہرا مبنی بر مساوات ہوں لیکن باطنا وہ خبث وخود غرضی سے خالی نہیں ہوسکتے یہ ممکن ہی نہیں کہ انسان سو فیصد تمام انسانی مزاج ومذاق کو اپنے قانون پر متحد اور قائم کر دے، ایک عظیم اسلامی اسکالر وفلسفی ابن قیم کا بیان اس سلسلے میں کس قدر بامعنی اور درست ہے، علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: ''وکل من له مسكة عقل يعلم ان فساد العالم وخرابه إنما نشأ من تقديم الرأى على الوحى و الهوى على العقل'' (إعلام الموقعين 1 / 68) ترجمہ: ''اور جسے بھی کچھ عقل وفہم ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ دنیا کی بربادی اور اس کا بگاڑ رائے کو وحی پر اور خواہشات کو عقل پر مقدم کرنے اور ترجیح دینے کے سبب پیدا ہوا''۔

مسلم پرسنل لاء اور یونیفارم سول کوڈ کے اس پس منظر میں مسلمان کسی بھی طرح دین اور اسلامی تعلیمات سے دستبردار نہیں ہوسکتے؛ بلکہ یکساں سول کوڈ کی مخالفت کرنا اور اس کے لئے جدوجہد ہمارا دینی فریضہ اور ایمانی تقاضہ ہے؛ کیونکہ یہ قانون الحاد وبے دینی کا دروازہ اور مسلمانوں کے تشخص کو پائمال کرنے کا ایک سوچا سمجھا منصوبہ ہے جو کسی بھی طرح ہمیں گوارا نہیں نہ طوعا نہ کرہا، اس موقع پر بطور اختتامیہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا ایک جامع وموثر اقتباس نذر قارئین کرنا چاہتا ہوں امید کہ چشم دل وا ہو اور فکر ونظر کو مہمیز لگے، مفکر اسلام تحریر فرماتے ہیں:

''میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مسلمان اگر مسلم پرسنل لا (شرعی عائلی قانون) میں تبدیلی قبول کر لیں گے تو آدھے مسلمان رہ جائیں گے اور اس کے بعد خطرہ ہے کہ آدھے مسلمان بھی نہ رہیں، فلسفہ اخلاق، فلسفہ نفسیات اور فلسفہ مذاہب کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ مذہب کو اپنے مخصوص نظام معاشرت وتہذیب سے الگ نہیں کیا جاسکتا، دونوں کا ایسا فطری تعلق اور رابطہ ہے کہ معاشرت مذہب کے بغیر صحیح نہیں رہ سکتی، اور مذہب معاشرت کے بغیر مؤثر اور محفوظ نہیں رہ سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مسجد میں آپ مسلمان ہیں (اور مسجد میں کتنی دیر مسلمان رہتا ہے اپنے سارے شوق عبادت کے باوجود؟) اور گھر میں مسلمان نہیں، اپنے معاملات میں مسلمان نہیں؛ اس لئے ہم اس کی بالکل اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے اوپر کوئی دوسرا نظام معاشرت نظام تمدن اور عائلی قانون مسلط کیا جائے، ہم اس کو دعوت ارتداد سمجھتے ہیں اور ہم اس کا اس طرح مقابلہ کریں گے جیسے دعوت ارتداد کا مقابلہ کیا جانا چاہیے، اور یہ ہمارا شہری، جمہوری اور آئینی حق ہے، اور ہندوستان کا دستور اور جمہوری ملک کا آئین اور مفاد نہ صرف اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ ہمت افزائی کرتا ہے کہ جمہوریت کی بقا اپنے حقوق اور اظہار خیال کی آزادی اور ہر فرقہ اور اقلیت کے سکون و اطمینان میں مضمر ہے۔ (مسلم پرسنل لاء کی صحیح نوعیت وافادیت ص 20)

اس لئے حکومت یہاں کے باشندوں پر ایسا کوئی وضعی قانون نہ تھوپے جس سے ملک کی تہذیبی وثقافتی اقدار کو نقصان پہونچے اور یہاں کے باشندے اپنے ملی تشخص سے دست بردار ہو جائیں، ایسا قانون کسی بھی درجہ میں نہ ملک کے لئے مفید ہے اور نہ ہی اہل وطن کے لئے اور مسلمان تو کبھی بھی اس کو قبول نہیں کریں گے۔

معاشرہ میں فکری اصلاح کی ضرورت

مولانا علی احمد مظاہری

کسی بھی معاشرے میں کوئی انقلاب لانے کے لئے فکری اصلاح اور عقائد کی درستی کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے، پوری انسانی زندگی کی تعمیر سے پہلے عقائد کی تعمیر نہایت ضروری ہے، اصلاح فکر اور سوچ کی صحیح سمت متعین کرنے کے بعد ایک مکمل انقلاب برپا کرنا نہایت آسان ہو جاتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انقلاب اسلامی کے لئے یہی راہ اختیار فرمائی، عہد نبوت کے ۲۳؍سالوں میں سے پہلے ۱۳؍سال جو مکی دور کہلاتے ہیں، ان میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیالات فاسدہ، اوہام باطلہ اور جاہلانہ عقائد کے خلاف ایک زبردست تحریک چلائی، اس پوری مدت میں قرآن مجید کا مدار بحث اصلاح فکر ہی رہا۔

اسلام کے تین بنیادی عقائد (۱) توحید (۲) رسالت (۳) معاد: اور یہ واقعہ ہے کہ ان تینوں پر ایمان کامل کے بعد حیات انسانی یکسر تبدیل ہو جاتی ہے، خدائے واحد پر ایمان لے آنا محض ایک فلسفیانہ حقیقت کے مان لینے کا نام نہیں ہے، یا کوئی عارضی قانون نہیں ہے؛ بلکہ جب ایک خدائے لم یزل کا اقرار کیا جاتا ہے تو باقی تمام جھوٹے خداؤں کا انکار کرنا لازم ہو جاتا ہے، صرف خداوند بزرگ وبرتر ہی کو طاقت کا سرچشمہ ماننا پڑتا ہے، اسی کو مقتدر اعلیٰ اور قانون دینے والا ماننا پڑتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ'' کہ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے، ایک خدا پر ایمان لانے کا واضح مطلب یہ ہوگا کہ خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی ہے، ہم اسی کا دیا ہوا کھاتے ہیں، عزت اور ذلت اسی کے اختیار میں ہے، جب اس کی طرف سے ذلت مقدر ہو جائے تو کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی اور اگر وہ کسی کو اپنی عنایت کے لئے مختص کرے تو بھی اس کے ارادے میں تبدیلی کرنا مخلوقات میں کسی کے بس کا روگ نہیں، اگر خدائے واحد پر ہمارا ایمان کامل ہو تو ہمارے ہر عمل سے خدا پرستی کا اظہار ہوگا، کوئی وجہ نہیں کہ ایک تاجر چند پیسوں کی خاطر اپنا ایمان ضائع کر دے، الغرض جب کسی شخص کو سلامتی فکر نصیب ہوگی تو اس کی پیشانی صرف خدائے واحد کے سامنے جھکے گی، کسی دوسرے کے آگے نہیں جھکے گی۔

عقیدہ رسالت: رسالت پر ایمان لانے کا مطلب یہ نہیں کہ صرف زبانی طور پر جملہ انبیاء کرام کی رسالت پر ایمان لے آئیں، ان کی حقانیت کو تسلیم کر لیں آپ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کر دیں اور بس، بلکہ بعثت انبیاء کا واضح مقصد یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے ان کی اطاعت کی جائے اور صرف یہی نہیں بلکہ خداوند کریم کا پاک ارشاد ہے کہ میرے رسول کے فیصلوں کو بلا کسی چوں چرا قبول کرو اور ان کے فیصلے کے خلاف اپنے دل میں کسی قسم کی ناگواری کا اظہار بھی نہ کرو، چنانچہ صحیح بخاری اور مسلم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بھی مومن اس وقت تک کامل طور پر مومن نہیں ہوسکتا، جب تک بیوی بچے مال ودولت اور دنیا ومافیہا سے زیادہ محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو جائے، جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر چیز سے زیادہ ہوگی وہی صحیح معنی میں ایمان کامل سے سرفراز ہوسکتا ہے، اس کے بغیر نہیں، معلوم ہوا کہ عقیدہ رسالت کا مطلب اطاعت ہے۔ (بقیہ صفحہ: ۱۳؍پر)

خواتین پر ہورہے جنسی استحصال تشویشناک

ڈاکٹر سید احمد قادری

8 مارچ کو عالمی سطح پر یوم خواتین کا انعقاد، اس کی اہمیت کے پیش نظر تقریباً پوری دنیا میں ہوتا ہے۔ یوں تو ہمارے ملک میں کہیں نہ کہیں پورے سال ہی خواتین پر ہونے والے ظلم، تشدّد، بربریت اور مختلف طرح کے استحصال کے واقعات کی خبریں بازگشت کرتی رہتی ہیں، اور عجب اتفاق ہے کہ چند برس قبل عالمی یوم خواتین کے موقع پر ناگالینڈ اور نربھیا آبروریزی کا معاملہ پورے ملک میں ہنگامے کی صورت میں چھایا ہوا تھا۔ نربھیا معاملے میں بی بی سی نے ماضی میں مجرم مکیش کا انٹرویو لے کر ڈاکومینٹری فلم بنائی تھی، جس میں مجرم نے جس انداز سے باتیں کی تھیں، وہ ہمارے سماج اور معاشرے کو شرمندہ کر دینے والا تھا۔ مکیش کی باتیں سن کر ایسا لگا تھا کہ اسے اپنے کئے گئے جنسی ظلم و بربریت پر کوئی پشیمانی نہیں، بلکہ بے شرمی سے اس نے کہا تھا کہ عصمت دری کے وقت نربھیا کو مزاحمت نہیں کرنا چاہئے تھا۔

اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مرد اساس سماج اور معاشرے میں خواتین کو جو حقوق اور انصاف ملنا چاہئے تھا، وہ اب تک نہیں ملا۔ مردوں کی برتری حاصل شدہ سماج میں، خواتین کے اندر اپنے ساتھ ہو رہے ظلم، تشدّد اور استحصال کے خلاف، آواز بلند کرنے کی پہلے ہمّت تھی، نہ حوصلہ تھا اور نہ ہی جرأت تھی۔

لیکن 8 مارچ ہی عالمی سطح پر وہ اہم تاریخی دن ہے، جب امریکہ کے ایک کپڑا مل میں مزدور خواتین نے کام کے اوقات کو سولہہ گھنٹے سے دس گھنٹہ کرنے اور اجرت بڑھانے کے لئے پہلی بار صدائے احتجاج بلند کی تھی، اعتراض اور احتجاج کا سلسلہ جاری رہا اور آخر کاران مزدور خواتین کو 1908ء میں جدو جہد کا صلہ ملا۔ 8 مارچ 1915 کو اوسلو (ناروے) کی عورتوں نے پہلی عالمی جنگ میں انسانی تباہی و بربادی پر سخت ردّ عمل کا اظہار کیا تھا۔ مارچ 1917ء کو روسی خواتین نے امن اور بقائے باہمی کے لئے آواز اٹھائی۔ دھیرے دھیرے یہ 8 مارچ عالمی سطح پر خواتین کے لئے حق، خود اختیاری اور عزت و افتخار کے پیغام کا دن بن گیا اور مسلسل خواتین کے مطالبات نے اقوام متحدہ کو آخر کار مجبور کر دیا، چنانچہ اس نے خواتین کے حقوق اور انصاف کے لئے 8 مارچ 1975ء سے 8 مارچ 1985ء تک عالمی خواتین دہائی کا اعلان کیا کہ اس دہائی میں عالمی سطح پر خواتین کے ساتھ ہو رہے ناروا سلوک، ظلم، تشدّد، بربریت، استحصال اور ناانصافی کو ختم کر کے انھیں حقوق انسانی کا تحفہ دینے کے ساتھ ساتھ قومی اور بین الاقوامی سطح کی ترقی رفتار میں شامل کیا جائے۔ اقوام متحدہ کی ایسی کوششوں کا ترقی یافتہ ممالک میں مثبت نتائج دیکھنے کو ملے، لیکن دوسرے بہت سارے ممالک بشمول بھارت میں عالمی خواتین دہائی بس ایک رسم ادائیگی بھر رہی، حقیقت یہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر خواتین کے حقوق اور انصاف کے لئے بہت ساری کوششیں ہوئی ہیں۔ جان اسٹوارٹ مل جیسے مفکّر نے انسانی آزادی کے تصور کو ظاہر کرتے ہوئے حقوق نسواں کی طرف داری کی اور سچ کو سچ کہنے کے لئے حوصلہ اور جرأت کو وقت کی ضرورت بتایا تھا۔

1967ء کے بعد 1980ء میں کوپ ہینگن میں دوسرا بین الاقوامی خواتین کانفرنس کا انعقاد کیا گیا اور 1985 میں نیروبی میں خواتین کی ترقی کے لئے بہت ساری پالیسی اور حکمت عملی تیار کی گئیں۔ 1992 میں خواتین اور ماحولیات کا جائزہ لینے کے لئے اس بات کو بطور خاص نشان زد کیا گیا کہ خواتین اور ماحولیات، ان دونوں پر تباہی کے اثرات نمایاں ہیں۔ لہٰذا موحولیات کے تحفظ میں خواتین کی حصّہ داری کی اہمیت کو بطور خاص سمجھا جائے۔

1993ء میں یوم خواتین کے موقع پر انسانی حقوق پر منعقدہ، ویئنا عالمی کانفرنس میں حقوق نسواں کے مُدّعے کو حقوق انسانی کی فہرست میں شامل کیا گیا اور خواتین پر ہو رہے تشدّد اور استحصال کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کا اعلان کیا گیا۔ 1995ء میں منعقد چوتھے عالمی خواتین کانفرنس میں خواتین کے وجود اور ترقی میں سدّ راہ بن رہے نکات پر گہری تشویش ظاہر کی گئی اور ان کے سدباب کے لئے ''پلیٹ فارم برائے ایکشن'' اپنایا گیا۔ جس پر پوری دنیا میں بہت سنجیدگی سے غور و فکر کیا گیا ایسی تمام کوششوں سے بہت سارے ممالک میں بہتر نتائج سامنے آئے، لیکن افسوس کہ بھارت سمیت بہت سے ایسے ممالک ہیں، جہاں ان مساعی کوششوں کی روشنی، خواتین کے تئیں سطحی ذہنیت کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہو سکی ہیں خواتین کے جنسی استحصال کیخلاف سخت سے سخت قوانین بنتے رہے ہیں، لیکن ان پر سنجیدگی سے کبھی بھی عمل درآمد نہیں ہو پاتا، جس کی بنا پر خوفِ قوانین ختم ہو چکا ہے۔ ہماری حکومت اس وقت جاگتی ہے، جب جلسہ، جلوس، احتجاج اور مظاہرے زور پکڑتے ہیں۔ 1980ء میں آزاد بھارت میں پہلی بار خواتین نے متحّد ہو کر متھرا عصمت دری کے خلاف اپنی زبردست طاقت کا مظاہرہ کیا تھا، جس سے حکومت اور انتظامیہ کو مجبور ہو کر متھرا جنسی زیادتی معاملہ پر دوبارہ غور کرتے ہوئے سنوائی کرنا پڑی تھی، ساتھ ہی ساتھ عصمت دری سے متعلق قوانین میں ترمیم کے لئے بھی مجبور ہونا پڑا تھا۔ یہ یقیناً بھارت کی خواتین کے اتحاد اور جدو جہد کی بڑی کامیابی تھی؛ لیکن ان تمام کوششوں اور قوانین کے باوجود عصمت دری کے واقعات میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ جنسی زیادتی کی شکار عورتوں اور بچّیوں کا مستقبل کس قدر تاریک ہو جاتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایسی لڑکیاں موت کو گلے لگانے کو زیادہ ترجیح دیتی ہیں اور جو کسی وجہ کر خودکشی نہیں کر پاتی ہیں، وہ زندگی بھر، بےحس سماج میں بے وقعت اور ذلّت بھری زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہیں۔

ایسی لڑکیوں کے لئے، میروالا، پاکستان کی بہادر، جانباز، جرأت منداور حوصلہ مند مختارن مائی جہادی عورت کی علامت بن کر سامنے آتی ہے۔ جو پوری دنیا کی دبی کچلی اور ناخواندہ عورتوں کی نگاہوں کی مرکز بنی ہوئی ہے۔ مختارن مائی کا قصّہ بہت تفصیل طلب ہے، مختصر طور پر بس اتنا کہا جا سکتا ہے کہ 1972ء میں پاکستان کے مظفر گڑھ کے میروالا قصبہ میں پیدا ہونے والی مختارن مائی کے بارہ سالہ بھائی شکور پر 22 جون 2002ء میں یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے مستوئی قبیلہ کی ایک بیس سال کی لڑکی کی آبروریزی کی ہے۔ جس کی پاداش میں اس قبیلہ کے لوگوں نے اس لڑکے پر ظلم و تشدّد کی انتہا کر دی اور اسے قید میں ڈال دیا۔ اس کی بے گناہی ثابت کرنے جب مختارن مائی، مستوئی، جرگا پنچایت میں پہنچی تو اسے کہا گیا کہ زنا کا بدلہ زنا ہے اور پنچایت کے حکم کی تعمیل میں کئی مسلح افراد کی مدد سے اس ناخواندہ، معصوم اور غربت و افلاس کی ماری لڑکی کی اجتمائی آبروریزی کی گئی۔ اس جنسی ظلم و زیادی کی انتہا کے بعد مختارن بائی نے دوبار خودکشی کی کوشش کی، لیکن غیبی طاقت نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا اور بعد میں، اس نے اپنا ارادہ بدلتے ہوئے جرگا پنچایت میں ہوئے اس غیر اسلامی فیصلہ اور غیر انسانی سلوک کے خلاف سینہ سپر ہو کر کھڑی ہوگئی اور مقامی پولیس اسٹیشن سے لے کر سپریم کورٹ تک کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ عدلیہ، انتظامیہ اور حکومت سے اسے انصاف نہیں ملا، پھر بھی اس نے ہمّت نہیں ہاری اور مسلسل وہ میڈیا اور کچھ خواتین سماجی کارکنان کے تعاون سے جد وجہد کرتی رہی۔ لاہور ہائی کورٹ نے تو یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دیا کہ اس معاملے میں ایسے دو گواہ نہیں ہیں، جنھوں نے آبروریزی کے اس عمل کو یوں دیکھا ہو کہ جیسے سرمہ دانی میں سلائی جاتے ہوئے دیکھتے ہیں۔

لیکن جب معاملہ طول پکڑنے لگا اور اس کی بازگشت بیرون ممالک میں ہونے لگی، تب حکومت نے تلافی کے طور پر ہرجانہ کی رقم دی اور ملنے والی اس رقم سے مختارن مائی نے وہ کارنامہ انجام دیا، کہ جس کا تصّور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس رقم سے مختارن مائی نے اپنے گاؤں میں ایک اسکول قائم کیا، جہاں ابتدائی دنوں میں صرف چار سے چھ بچیاں تھیں۔ لیکن جب مقصد جنون بن جائے تو پھر راہ آسان ہو جاتی ہے اور مختارن مائی کے ساتھ یہی ہوا۔ بعض مخیّر حضرات اور بیرون ممالک کے مالی تعاون سے چار چھ بچیوں پر مشتمل یہ اسکول ہزاروں نادار، بےبس، بےکس اور بےسہارا بچوں کو تعلیم دینے کا اہم مرکز بن گیا۔ جنسی اور نفسیاتی تشدّد کی شکار لڑکیوں کے لئے شیلٹر ہاؤس اور قانونی امداد کے لئے الگ قانون دانوں کا انتظام اس نے کیا ہے۔ ایسے کسی حادثہ کی شکار عورت کو ہسپتال پہنچانے کے لئے ایمبولنس بھی ہے، اس سے دور دراز کی بچیوں کو اسکول لانے لے جانے کا بھی کام لیا جاتا ہے۔

مختارن مائی نے جس حوصلہ، ہمّت اور جرأت کے ساتھ یہ لڑائی لڑی، اس کے اس جہاد نے اسے عالمی سطح پر متعارف کرانے ساتھ ساتھ ایک منفرد پہچان دے دی ہے۔۔ 2003ء میں جنیوا کانفرنس برائے حقوق انسانی اور دیگر کئی تنظیموں نے مختلف اوقات میں اس عظیم خاتون کو اس منزل تک پہنچنے کی روداد سننے اور اس کے تجربات سے دوسری ایسی خواتین کو حوصلہ، ہمّت اور جرأت و جدو جہد کے ساتھ نبرد آزما ہونے کی تلقین کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ 'جدو جہد برائے انصاف' اور 'ظلم کو علم سے ختم کرو' کا نعرہ دینے والی ایسی علامتی خاتون کو سامنے رکھ کر عالمی یوم خواتین کے موقع پر بہت سنجیدگی سے لائحہ عمل تیار کیا جائے اور قانون کی بالادستی قائم رہے تو یقیناً خواتین کے ساتھ آئے دن ہونے والے ظلم و زیادتی، استحصال اور بربریت سے نجات ملنے کے ساتھ ساتھ خواندہ سماج کی تشکیل ہوگی، جس سے بہت سارے مسائل خود بخود ختم ہو جائینگے۔ بس شرط یہ ہے کہ عالمی یوم خواتین کی اہمیت کو سمجھا جائے اور مرد بھی اس میں اپنا عملی تعاون دیں۔

ویسے ان دنوں مودی حکومت کے بہت خوبصورت نعرہ 'بیٹی بچاؤ، بیٹی پڑھاؤ' کی بازگشت بھی پورے ملک میں سنائی دے رہی ہے۔ حکومت بہار نے بھی طالبات کو سائیکل اور دیگر سہولیات دے کر یقینی طور پر تعلیم سے جوڑنے کی جو کوشش کی ہے، اس کے اچھے نتائج بھی دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ آج کے یوم خواتین کے موقع پر 1931ء میں انڈین نیشنل کانگریس کے کراچی میں منعقدہ اجلاس میں خواتین کو بہت ساری بنیادی اور دستوری حقوق دینے کا جو اعلان ہوا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ 'جنس کے اختلاف کی بنا پر کوئی تخصیص نہیں برتی جائے گی' اس کی یاد بھی آتی ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ اکیسویں صدی میں ہمارے ملک اور بیرون ممالک کی خواتین نہ صرف اپنے حقوق حاصل کرنے میں کامیاب ہیں، بلکہ ترقی کے منازل بھی بہت تیزی سے طے کر رہی ہیں جو قوم و ملت کے لیے خوش آیند ہے۔

بقیه: معاشرہ میں فکری اصلاح کی ضرورت........................

عقیدہ معاد: عقیدہ توحید و رسالت کے بعد معاد کا عقیدہ بھی محض یوم آخرت پر یقین کر لینے پر اکتفاء نہیں ہے، بلکہ یہ وہ عقیدہ ہے جو ہر وقت انسانی فکر و عمل پر پہرہ دیتا ہے کوئی بھی عمل واقع ہونے سے پہلے فکر انسانی کی توجہ اس طرف مبذول کراتا ہے کہ ایک دن پوری نسل انسانی کو مالک حقیقی کے روبرو اپنے تمام اعمال کے لئے جوابدہ ہونا پڑے گا، اور اس دار العمل میں جو کچھ بھی ہم سے سرزد ہوگا اس کی سزا و جزا کے فیصلوں کا صدور ہوگا، یہ وہ بنیادی عقائد تھے جن پر سب سے پہلے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی توجہ مرکوز فرمائی اور تاریخ شاہد ہے کہ آپ کے اس فکری انقلاب نے نگاہوں کے رویئے بدل دیئے۔

صبغة اللہ: کا ایک ہی رنگ ہر طرف نظر آنے لگا ایک خدا کے ماننے والوں کے درمیان سے ہر طرح کی تفریقات ختم ہوگئیں، تمام کلمہ گو ایک عالمگیر امت مسلمہ کے رکن بن گئے، فکر اسلامی کی روح زندگی کے ہر شعبے میں سرایت کر گئی، پوری تمدن میں یکسانیت پیدا ہوگئی، جب اہل ایمان مساجد میں خدائے لم یزل کے حضور سجدہ ریز ہو گئے، انہوں نے قرآن کو سینے سے لگا لیا، فکر پختہ ہوگئی تو پھر وہ کھیت میں کام کر رہے ہوتے یا بازار میں خرید و فروخت یا وہ کرسی عدالت پر جلوہ افروز ہوتے یا میدان جنگ میں داد شجاعت دے رہے ہوتے ہر جگہ ان کے اخلاق میں مومنانہ شان کا اظہار ہوتا، جس قرآن کی آواز منبر ومحراب سے گونجتی اسی کی صداقتوں پر حکومت کا نظم و نسق چلتا ما ایمان ایک عمل انگیز قوت ہے، یہ ایمان ہی کا کرشمہ تو تھا کہ دور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیں ایک ایسا شخص بھی نظر آتا ہے جو خود حاضر ہو کر عرض کرتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوا ہے مجھ پر حد جاری کیجئے، یہ ایمان ہی کا ثمرہ ہے ایک شخص کو کسریٰ کا تاج ملتا ہے وہ اسے اپنی گدڑی میں چھپا کر لاتا ہے اور بیت المال میں جمع کرا دیتا ہے، یہ اسی انقلاب فکر کی انتہا ہی تو ہے کہ جب غزوۂ بدر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم کا یہ ارشاد لوگوں کو سناتے ہیں، بڑھو جنت کی طرف جس کی وسعت زمین و آسمان ہیں، تو ایک شخص جو کھجور کے چند دانے کھا رہا تھا پھینک دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ان کھجوروں کو کھاؤں گا تو بہت وقت لگے گا میدان جنگ میں کود پڑتا ہے اور داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت نوش کرتا ہے، عقائد پر پختگی کا عظیم مظاہرہ ہے کہ جب مدینہ منورہ میں امتناع شراب کا حکم نازل ہوتا ہے اور زبان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا اعلان ہوتا ہے تو اس تواضع کے ساتھ اس کی اطاعت ہوتی ہے کہ جب کانوں تک خدا کا حکم پہونچتا ہے تو جو شراب پیالوں میں تھی پھینک دی جاتی ہے اور جو ہونٹوں پر تھے تھوک دیئے جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا انقلاب تاریخ کا سب سے ہمہ گیر پُرامن مثبت اور فکری انقلاب تھا، یہی وہ انقلاب تھا جس نے نسل انسانی کی مختلف ذہنیت کو ایک سانچے میں ڈھال دیا، یہ وہی انقلاب تھا جو ۲۳/سال کی مختصر مدت میں کم وبیش دس لاکھ افراد تیار کر دیئے اور بہت ساری جگہوں پر اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی فکر سے ذہن انسانی کو مزین کیا کہ آپ کے تربیت یافتگان رضاء الٰہی کی خاطر ہمیشہ جان و مال قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے، وطن کسے عزیز نہیں، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہجرت کی اور ہجرت کی رات مکہ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی یہ فکر عطا فرمائی کہ جس وطن پر متاع عزیز قربان کر دی جاتی ہے ہم اس وطن کو بھی رضاء الٰہی جیسے بلند مقصد کے لئے سو بار قربان کر سکتے ہیں، یہی وجہ تھی کہ آپ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے آبائی وطن مکۃ المکرّمہ کو الوداع کہہ دیا اور خویش و اقارب کے تعلقات کو پس پشت ڈال دیا، تو اگر ہم آخرت کی عالیشان زندگی چاہتے ہیں جہاں صرف بقا ہی بقا ہے، اگر ہم جنت جیسی عظیم نعمت سے فیض یاب ہونا چاہتے ہیں تو صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم قرآن و حدیث کے فرمودات کے مطابق عمل کریں اور دوسروں کو بھی دعوت دیں۔

دوسرے کی رائے کا بھی احترام ہو!

مولانا سراج الدین ندوی

یہ حقیقت ہے کہ اختلاف رائے ایک فطری امر ہے۔ چنانچہ ہمیں دورنبوت میں بھی اس کا سراغ ملتا ہے۔ دورنبوت میں بعض صحابہؓ کے درمیان اگرکسی اجتہادی مسئلہ میں اختلاف ہوجاتا تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرماتے۔ آپ ان کے سامنے مسئلہ کی صحیح نوعیت کو واضح فرمادیتے اوران کا اختلاف رفع ہوجاتا۔ کیونکہ تمام صحابہؓ کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہر معاملے میں مرجع اورآپ کی ہر بات ان کے لیے قولِ فیصل ہوتی تھی، البتہ جولوگ مدینہ سے دور رہتے اوران میں کسی معاملے میں اختلاف ہوجاتا تو وہ اختلاف اس وقت تک باقی رہتا جب تک ان کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ ہوجاتی۔ جب ان کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوتی تو وہ اپنی اجتہادی رائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے۔ آپ یاتو اس کی تصویب فرمادیتے یاان کی غلطی کوواضح کرکے درست پہلو کی ضاحت فرمادیتے۔ اس طرح صحابہؓ کا باہمی اختلاف رائے دورہوجاتا اوروہ سب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے مطمئن ہوجاتے۔

بخاری کی روایت ہے کہ غزوۂ احزاب کے موقعہ پرایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کومخاطب کرکے فرمایا: ’’آج ہرشخص عصر کی نماز بنی قریظہ ہی میں اداکرے چنانچہ کچھ لوگوں کوراستہ میں نماز کا وقت ہوگیا ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ پہنچ کرہی نمازعصر اداکریں گے، بعض نے کہا ہم یہیں نماز اداکیے لیتے ہیں کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ نہیں ہے۔ (جوتم لے رہے ہو) یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی تو آپ نے ان میں سے کسی کوملامت نہیں کی۔‘‘ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ) اس روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس روز نماز عصر کی ادائیگی کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ بعض حدیث کے ظاہری مفہوم کے پیش نظر یہ کہہ رہے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ نمازعصر بنی قریظہ ہی میں پہنچ کرادا کی جائے۔ دوسرے صحابہؓ نے ظاہری مفہوم کے بجائے اس میں اجتہاد کیا اوروہ مفہوم اخذ کیا، جس کی ظاہری الفاظ میں گنجائش تھی۔ یعنی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا اصل مقصد عصر کے وقت تک بنی قریظہ میں پہنچنے کا تھا۔ اس لیے اگرراستہ میں نماز کی ادائیگی سے بنی قریظہ میں پہنچنے میں تاخیر نہیں ہوتی ہے تو اول وقت ہی راستہ میں نماز پڑھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے دونوں نقطہ ہائے نظر کودرست قرار دیا۔

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ نص کے ظاہری مفہوم پر بھی عمل کرنا جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ ’’نص‘‘ سے ایسے مفہوم ومعانی مستنبط کیے جائیں جن کی ’’نص‘‘ کے الفاظ میں گنجائش ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں نقطہ ہائے نظر کی تصویب فرمائی ہے۔ اس لیے علماء اورعوام دونوں کی ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ وہ نہ اس شخص اور مکتبہ فکرکو مطعون کریں جو ’’نص‘‘ کے ظاہری مفہوم کواختیار کرتا ہے اورنہ ہی اس کوقابل ملامت گردانیں جو ’’نص‘‘ میں اجتہاد کرکے اس کے اندر پوشیدہ مفہوم کواخذ کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہرکس وناکس شخص اجتہاد وتاویل کرنے لگے اورظاہری مفہوم کے بجائے اپنی عقل نارسا کی بنیاد پراس کے پوشیدہ معانی ومفاہیم کی توضیح وتشریح کرنے لگے۔ خود دورنبوت میں وہی صحابہؓ اجتہاد کرسکتے تھے جواجتہاد کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ اگران کے علاوہ کوئی اجتہاد کرتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر نکیر فرماتے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں: ’’ایک مرتبہ ہم سفر پر نکلے ہمارے ایک رفیق کے سرمیں پتھر سے چوٹ آگئی۔ پھراسے احتلام ہوگیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا ’’کیا میرے لیے تیمّم کی اجازت ہے۔‘‘ انہوں نے جواب دیا ’’چوں کہ آپ پانی کے استعمال پرقادر ہیں اس لیے رخصت کی کوئی گنجائش نظرنہیں آتی۔‘‘ چنانچہ اس نے غسل کیا اورتھوڑی دیرمیں وہ مرگیا۔ واپسی پرجب ہم خدمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضرہوئے اورآپ کواس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا: ’’جن لوگوں نے اسے مارڈالا اللہ ان سے نمٹے جب انہیں مسئلہ معلوم نہیں تھا تو انہوں نے معلوم کیوں نہیں کرلیا۔ اس کے لیے تیمّم کرلینا کافی تھا۔‘‘

اس واقعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کافی علم نہ ہونے کی موجودگی میں نہ اجتہاد کرنا جائز ہے اور نہ فتویٰ دینا بلکہ ایسی صورت حال میں اہل علم کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ’’اگرتمہیں معلوم نہیں تواہل علم سے معلوم کرلیا کرو۔‘‘ (النحل: 43) احادیث میں اس طرح کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ جب کبھی صحابہ کرامؓ میں اختلاف رائے ہوا توانہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مراجعت کرکے اپنے اختلاف کوختم کردیا انہوں نے کبھی اس کی نوبت نہ آنے دی کہ اختلاف رائے طول پکڑے اوروہ مخالفت ونزاع کا سبب بن جائے۔ خود رسول اکرم صحابہؓ کواختلاف سے احتراز کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ ملت کی بقاء کے لیے ضروری ہے کہ اختلاف سرنہ اٹھانے پائے اوروہ کسی بھی شکل میں مخالفت تک نہ پہنچنے پائے۔ چنانچہ آپ نے واضح الفاظ میں ہدایت فرمائی: لَاتَـخْـتَـلِـفُـوْا فَتَـخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ ۔ (بخاری) ’’تم آپس میں اختلاف پیدانہ کرو، ورنہ تمہارے دلوں میں فرق پڑجائے گا۔‘‘ قرآن پاک بھی صحابۂ کرامؓ کی تربیت اسی انداز پرکررہا تھا۔ جب کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی اختلاف نمو پانے لگتا تو قرآن ان کومتنبہ کرتا۔ اوراختلاف کوابھرنے سے پہلے دبادیا جاتا تاخود صحابۂ کرامؓ بھی ’’اختلاف‘‘ کوموجب خیرنہیں سمجھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے: الخلاف شر ’’اختلاف سرتاسرشرکا سبب ہے‘‘ چنانچہ صحابۂ کرامؓ کی کوشش ہوتی کہ کسی طرح آپس میں اختلاف پیدانہ ہوسکے اسی وجہ سے وہ بہت زیادہ سوال کرنے اورموشگافیاں کرنے سے پرہیز کرتے۔ گفتگو کے وقت احتیاط برتتے۔ مافی الضمیر کی ادائیگی کے لیے بہترین الفاظ کا انتخاب کرتے۔ جارحانہ کلمات سے حتی الامکان پرہیز کرتے۔ دوسرے کی بات کوغور سے سنتے، اس کی بات کووزن دیتے، اوراس کی رائے کا ادب واحترام ملحوظ رکھتے اوراگر کبھی ان تمام تراحتیاطوں اورکوشش کے باوجود اختلاف ہوجاتا تو جدال ومناظرہ کی نوبت نہ آنے دیتے اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مراجعت کرکے اپنے اختلاف کورفع کرلیتے۔

اختلاف رائے ایک فطری امرہے اوراس سے کوئی بھی انسانی معاشرہ بچ نہیں سکتا۔ صحابۂ کرامؓ وہ عظیم ہستیاں ہیں، جن کی تربیت قرآن وحدیث کے سایہ میں ہوئی اورصحابۂ کرامؓ کا گروہ وہ مقدس گروہ ہے جس سے زیادہ پاک باز اور پرہیزگار کوئی دوسرا گروہ اس زمین پرآج تک نہ وجود میں آیا اورنہ وجود میں آسکے گا۔ مگراختلاف رائے ان کے دور میں بھی ہوا مگراس سے ان کی عظمتِ شان پرکوئی حرف نہیں آتا بلکہ ان کی قدرومنزلت اور بڑھ جاتی ہے۔ کیونکہ ایک فطری امر (اختلاف رائے) کووہ اس کے فطری حدود سے آگے نہیں بڑھنے دیتے اوراختلاف رائے کے سلسلہ میں ایسے طرزعمل کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ پوری انسانیت دم بخود رہ جاتی ہے۔

حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرام کے درمیان بہت سے اختلافات کا سراغ ملتا ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے ان اختلافات کوکس خوبی کے ساتھ رفع کیا یا اگروہ باقی بھی رہے توانہوں نے فریق ثانی کی رائے کا کس طرح ادب واحترام کیا اورانہوں نے اختلاف رائے کوکبھی بھی اپنی غرض یا مفاد کے لیے نہ استعمال کیا اورنہ اسے جائز حدود سے آگے بڑھنے دیا۔ صحابہ کرامؓ میں اگرکبھی اختلاف رونما ہوتا تو وہ قرآن وحدیث کی طرف رجوع کرتے اورجب قرآن وحدیث کا فیصلہ سامنے آجاتا تواس کو بلاچوں وچرا تسلیم کرلیتے۔ وہ قرآن وحدیث کے مفہوم کوکھینچ تان کراپنی رائے کے مطابق بنانے کی ذرابھی کوشش نہ کرتے بلکہ اپنی رائے کوقرآن وحدیث کے مطابق بدل لیتے اوراگرقرآن وحدیث سے کوئی فیصلہ نہ ہوپاتا تب بھی اپنی رائے پراصرارنہ کرتے بلکہ دوسرے کی رائے کوبھی وزن دیتے اورنہایت دیانت داری سے دونوں رایوں کا موازنہ کرتے۔ اگردوسرے کی رائے درست معلوم ہوتی تواپنی رائے کوترک کردیتے اوردوسرے کی رائے کواختیار کرنے میں کسرشان محسوس نہ کرتے۔

اعــلان مفقــود الخبــری

معاملہ نمبر ۲۲/۵۹۶/۱۴۴۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ باراعیدگاہ، امور، ضلع پورنیہ)

بی بی ریکھا خاتون بنت حسبل، مقام رنڈیلی پور، ڈاکخانہ ایکمبا جلال گڑھ، ضلع پورنیہ۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد عالمگیر ولد محمد انوارالحق مرحوم، مقام پیرپانتی، پنپیا ٹولہ، ڈاکخانہ ایکمبا جلال گڑھ، ضلع پورنیہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ باراعیدگاہ، ضلع پورنیہ میں عرصہ پانچ سال سے غائب، غیر مفقود الخبر ہونے، نان ونفقہ اوردیگر حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بناء پر فسخ نکاح کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کوآگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کودیں اورآئندہ تاریخ سماعت ۱۲/مارچ ۲۰۲۳ء مطابق ۱۹/۸/۱۴۴۴ھ روز اتوار کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۴۰/۱۶۲۷/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ)

نصرت پروین بنت سہراب خان، مقام آزادنگر، وارڈ نمبر ۱۹، ڈاکخانہ ارریہ، ضلع ارریہ۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

عمران انصاری ولد اسلم انصاری، مقام فاربس گنج، دھتہ ٹولہ، ڈاکخانہ فاربس گنج، ضلع ارریہ۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ میں غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پرنکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کوآگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کو دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۸/شعبان ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۱/مارچ ۲۰۲۳ء روز ہفتہ کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۲۳/۴۵۵۷/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مصطفیٰ نگر، سہرسہ)

ریشما خاتون بنت سلام خان، مقام راجن پور، ڈاکخانہ چیرام کوٹھی، ضلع سہرسہ۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد عبدل ولد محمد غیاث الدین، ضلع بنگال۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مصطفیٰ نگر، سہرسہ میں عرصہ تین سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ اور جملہ حقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا مطالبہ کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کوآگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کودیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۱/شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۴/مارچ ۲۰۲۳ء کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

معاملہ نمبر ۱۷/۳۸۸/۱۴۴۴ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ یکہتہ، ضلع مدھوبنی)

پھول جہاں خاتون بنت محمد موجم، مقام بھرپوری، ڈاکخانہ بھرپوری، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔فریق اول

بنام

محمد شاہ رخ ولد محمد مصطفیٰ، مقام گیدرگنج، ڈاکخانہ اندھراٹھاری، ضلع مدھوبنی۔۔۔۔۔۔۔فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دوسال سے غائب ولاپتہ ہونے اورنان ونفقہ وحقوق زوجیت ادانہ کرنے کی بنیاد پر دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ رحمانیہ یکہتہ، ضلع مدھوبنی میں فسخ نکاح کا معاملہ درج کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعے آپ کوآگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء کودیں اورآئندہ تاریخ سماعت ۱۴/مارچ ۲۰۲۳ء مطابق ۲۱/شعبان المعظم ۱۴۴۴ھ روز منگل کو بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

ہفتۂ رفتہ

محمد اظہار

بلڈوزر چلانا، تجاوزات کا حل نہیں: ہائی کورٹ

بامبے ہائی کورٹ نے تجاوزات کے معاملے پر ایک اہم تبصرہ کیا ہے۔ عدالت نے کہا ہے کہ کسی شخص کو تجاوزات کرنے والا بتا کر بے گھر کرنا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ عدالت نے کہا کہ تجاوزات کے معاملے پر سنجیدگی سے سوچنے کی ضرورت ہے اور صرف بلڈوزر چلانا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ ہائی کورٹ نے یہ باتیں ممبئی کی ایکتا ویلفیئر سوسائٹی کی عرضی پر سماعت کرتے ہوئے کہیں۔ واضح رہے کہ ریلوے کی جانب سے ایکتا ویلفیئر سوسائٹی کو نوٹس جاری کیا گیا ہے۔ جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ سوسائٹی کے مکینوں نے ریلوے کی زمین پر قبضہ کر رکھا ہے۔ عدالت نے ویسٹرن ریلوے، ممبئی میٹرو پولیٹن ریجن ڈیولپمنٹ اتھارٹی اور بی ایم سی سے پوچھا ہے کہ کیا ان کے پاس باز آبادکاری کی کوئی پالیسی ہے اور اگر ہے تو اس کے لیے کیا اہلیت چاہیے۔ جسٹس گوتم پٹیل اور جسٹس نیلا گوکھلے کی ڈویژن بنچ نے اس معاملے کی سماعت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ لوگوں کو صرف تجاوزات کرنے والا بتا کر بے گھر کرنا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ یہ ایک سنگین مسئلہ ہے اور یہ نقل مکانی کا مسئلہ ہے۔ (ایجنسی)

ملزمان پہنچے تھے ٹرائل دیکھنے، جج نے بھیج دیا جیل

اپنی نوعیت کے انوکھے فیصلے میں کلکتہ ہائی کورٹ نے 2 ملزمان کو اس وقت جیل بھیجنے کا حکم دیا جب وہ کمرہ عدالت میں بیٹھے مقدمے کی سماعت دیکھ رہے تھے۔ حالانکہ دونوں کو خصوصی عدالت سے ضمانت مل گئی تھی۔ لیکن جب ہائی کورٹ کے جج نے دونوں کو دیکھا تو انہیں کمرہ عدالت سے ہی گرفتار کرلیا۔ ہائی کورٹ نے ای ڈی سے کہا کہ وہ انہیں خصوصی عدالت میں پیش کریں اور ریمانڈ پر لے جائیں۔ شیلیش کمار پانڈے اور پرسین جیت داس 108 کڑور کے گھوٹالہ میں ملزم ہیں۔ دونوں کو ای ڈی نے گرفتار کیا تھا۔ لیکن خصوصی عدالت نے انہیں ضمانت پر رہا کر دیا تھا۔ خصوصی عدالت نے 21 جنوری کو ایک حکم جاری کیا تھا جس کے تحت دونوں ملزمان کے پروڈکشن وارنٹ منسوخ کر کے انہیں رہا کر دیا تھا۔ ای ڈی نے اس حکم کے خلاف کلکتہ ہائی کورٹ میں ایک رٹ دائر کی تھی۔ خاص بات یہ ہے کہ جب ہائی کورٹ ای ڈی کی عرضی پر سماعت کر رہا تھا، تب ہی جج کی نظر دونوں ملزمان پر پڑی۔ دونوں کمرہ عدالت میں بیٹھے مقدمے کو دیکھ رہے تھے۔ جج نے سماعت کے دوران دونوں ملزمین کو کمرہ عدالت میں بیٹھے دیکھا تو ان کا پارہ چڑھ گیا اور ای ڈی کو حکم دیا کہ ان دونوں کو فوراً کورٹ روم سے ہی گرفتار کیا جائے۔ ہائی کورٹ کے اس حکم سے کمرہ عدالت میں سنسنی پھیل گئی۔ ایسی مثال کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ (ایجنسیاں)

13 ریاستوں کے گورنروں میں ردوبدل

صدر جمہوریہ ہند دروپدی مرمو نے مختلف ریاستوں اور مرکز کے زیر انتظام علاقوں کے گورنروں کے عہدوں میں ردو بدل کیا۔ دریں اثناء، مہاراشٹر کے گورنر بھگت سنگھ کوشیاری اور لداخ کے لیفٹننٹ گورنر رادھا کشن ماتھر نے اپنے عہدوں سے استعفیٰ دے دیا۔ صدر جمہوریہ نے ان کے استعفیٰ منظور کر لیے ہیں۔ چھتیس گڑھ کی گورنر انسوئیا اوئیکی کو منی پور کی ذمہ داری دی گئی ہے اور ان کی جگہ آندھرا پردیش کے گورنر بی بی ہری چرن کو مقرر کیا گیا ہے۔ لیفٹننٹ جنرل کیولیا تریوکرم پرنائک کو اروناچل پردیش، لکشمن پرساد اچاریہ سکم، سی پی رادھا کرشنن جھارکھنڈ، شیو پرتاپ شکلا ہماچل پردیش، گلاب چندر کٹاریہ آسام اور ریٹائرڈ جسٹس ایس عبدالنذیر کو آندھرا پردیش کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک گنیشن کو ناگالینڈ کا گورنر، فاگو چوہان کو میگھالیہ کا، راجندر وشوناتھ ارلیکر کو بہار، رمیش بیس کو مہاراشٹر کا، بریگیڈیئر بی ڈی مشرا کو لداخ کا گورنر بنایا گیا ہے یہ تقرریاں گورنروں کے عہدہ سنبھالنے کی تاریخ سے ہی لاگو ہوں گی۔ سپریم کورٹ کے سابق جج جسٹس عبدالنذیر کو آندھرا پردیش کا نیا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ جسٹس نذیر 4 جنوری 2023 کو سبکدوش ہوئے تھے۔ وہ اس تلگو ریاست کے موجودہ گورنر وشوا بھوشن ہری چندن کے جانشین ہوں گے۔ جسٹس نذیر کو فروری 2017 میں کرناٹک ہائی کورٹ کے جج سے سپریم کورٹ کے جج کے طور پر ترقی دی گئی تھی۔ وہ پٹوسوامی معاملہ، طلاق ثلاثہ معاملہ کے ساتھ ساتھ بابری مسجد معاملہ اور نوٹ بندی معاملہ کی بنچ کا بھی حصہ رہے تھے۔ (یو این آئی)

توہین عدالت کیس میں کئی ججوں کو معافی مانگنی پڑی

گجرات ہائی کورٹ نے توہین عدالت کیس میں غیر مشروط معافی مانگنے پر 9 ججوں کو راحت دی ہے۔ 40 سال پرانے کیس میں یہ جج ہائی کورٹ کی واضح ہدایات کے باوجود 2005 تک معاملے کو نمٹانے میں ناکام رہے تھے۔ چیف جسٹس اروند کمار اور جسٹس آسوتوش جے شاستری کی ڈویژن بنچ نے ججوں کے خلاف توہین عدالت کی کارروائی کو منسوخ کرتے ہوئے انہیں خبردار کیا کہ وہ سول معاملات میں بھی ہائی کورٹ اور اعلیٰ عدالتوں کے احکامات پر صحیح طریقے سے عمل کریں۔ ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ میں لکھا کہ انہوں نے شرمندگی ظاہر کی ہے اور غیر مشروط معافی مانگی ہے۔ انہوں نے عدالت کو یقین دلایا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ ہم نے ہمیشہ کہا ہے کہ پچھتاوا قلم سے نہیں دل سے ہونا چاہیے۔ اس معاملے میں ہم مانتے ہیں کہ شرمندگی کا اظہار دل سے کیا گیا ہے، اس لیے ہم معافی قبول کرتے ہیں۔ حالانکہ بنچ نے رجسٹرار جنرل سے کہا ہے کہ وہ ان تمام کے سروس ریکارڈ میں کارروائی کا ریکارڈ رکھیں۔ سروس بک میں درج ہونے کے بعد ان ججوں کا پرموشن اور دیگر معاملات متاثر ہوں گے۔ بنچ نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ دسمبر 2004 سے آنند کورٹ میں 16 جج وقتاً فوقتاً رہے، لیکن ہائی کورٹ کے حکم کے باوجود معاملہ نمٹایا نہیں گیا۔ کیس میں 88 سالہ درخواست گزار نے ہائی کورٹ سے رجوع کیا، جس میں 10 ججوں کو فریق بنایا گیا تھا۔ یہ مقدمہ 1977 کے زمینی تنازع سے متعلق ہے۔ عدالت نے نوٹ کیا کہ دسمبر 2004 سے اب تک کل 16 جج متعلقہ عدالت کی صدارت کر چکے ہیں جن میں سے 10 عدلیہ میں مختلف عہدوں پر خدمات انجام دے رہے ہیں، جبکہ 6 جج ریٹائر ہو چکے ہیں۔ اس دوران 2 ججوں کی موت ہوگئی۔ (ایجنسی)

2011 کے بعد 16 لاکھ ہندوستانیوں نے چھوڑی شہریت

حکومت کی جانب سے فراہم کردہ اعداد وشمار کے مطابق 2011 سے اب تک 16 لاکھ سے زائد ہندوستانیوں نے اپنی ہندوستانی شہریت چھوڑ دی۔ ان میں سے 2,25,620 نے گزشتہ سال شہریت چھوڑی تھی۔ وزیر خارجہ ایس جے شنکر نے ایک سوال کے تحریری جواب میں یہ جانکاری دی۔ انہوں نے کہا کہ 2015 میں ہندوستانی شہریت ترک کرنے والے ہندوستانیوں کی تعداد 1,31,489 تھی، جبکہ 2016 میں 1,41,603 لوگوں نے اور 2017 میں 1,33,049 نے اپنی شہریت چھوڑی۔ ان کے مطابق 2018 میں 1,24,561 اور 2019 میں 1,44,017، 2020 میں 85,256 اور 2021 میں 1,63,370 نے اپنی شہریت چھوڑ دی تھی۔ وزیر کے مطابق 2022 میں یہ تعداد 2,25,620 تھی۔ 2011 سے اب تک اپنی ہندوستانی شہریت چھوڑنے والے ہندوستانیوں کی کل تعداد 16,63,440 ہے۔ انہوں نے کہا کہ جانکاری کے مطابق گزشتہ 3 سالوں کے دوران 5 ہندوستانی شہریوں نے متحدہ عرب امارات کی شہریت حاصل کی ہے۔ جے شنکر نے 135 ممالک کی فہرست بھی پیش کی، جن کی شہریت ہندوستانیوں نے حاصل کی ہے۔ (ایجنسی)

طب وصحت

موٹاپے کے اسباب اور حل

آج اپنے اردگرد کے افراد کو دیکھیں ہر کوئی اسی کوشش میں ہوگا کہ کسی نہ کسی طرح خود کو فٹ رکھے۔ لیکن ہمارے ہاں آبادی میں 10 سے 15 فیصد افراد موٹاپے کا شکار ہیں جبکہ دنیا میں 70 فیصد افراد کو موٹاپے کا سامنا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ موٹاپے کا تعلق زیادہ کھانے سے ہے۔ عمر کے لحاظ سے وزن زیادہ بڑھ جانا موٹاپا شمار کیا جاتا ہے۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ ہمارے ہاں لوگ موٹاپے کو سیریس نہیں لیتے لیکن اس کے باعث مستقبل میں موٹاپے کے شکار افراد کو کئی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ انگلینڈ کے شعبہ صحت کے ماہرین کے مطابق زیادہ وزن یا موٹاپا انسان کو ہسپتال میں انتہائی نگہداشت میں بھیجنے تک کا سبب بن سکتا ہے۔ موٹاپے کی اصل وجہ کیلوریز میں ضرورت سے زیادہ اضافہ ہے۔

موٹاپے کے اسباب: فاسٹ فوڈ کا استعمال وزن کو بڑھاتا ہے۔ ہمارے ہاں یہ ٹرینڈ بن چکا ہے کہ لوگ گھر کے کھانے کے بجائے فاسٹ فوڈ کو ترجیح دیتے ہیں۔ اکثر رات کے اوقات میں لوگ پیزا، برگر، شوارما وغیرہ کھانے میں استعمال کرتے ہیں۔ فاسٹ فوڈ میں موجود اجزاء کیلوریز میں اضافہ کرتے ہیں جس سے جسم میں چربی کی مقدار بڑھ جاتی ہے جو موٹاپے کا سبب بنتی ہے۔ ماہرین صحت کے مطابق ریڈ میٹ (سرخ گوشت) کا زیادہ استعمال بھی وزن میں اضافے کا سبب قرار دیا جاتا ہے۔ ایک حد سے زیادہ سرخ گوشت کا استعمال جسم میں چربی کی مقدار کو بڑھاتا ہے جسم میں چربی کی زیادتی کسی بھی صورت میں صحت کے لئے موزوں نہیں۔ فرائیڈ آلو کے چپس، سموسے پکوڑے اور دیگر گھی میں تلی ہوئی اشیاء بھی وزن میں اضافے کا سبب بنتی ہیں۔ بعض انسانوں کے جینز بھی ایسے ہوتے ہیں جو جسم کو فربا کرتے ہیں اور وزن میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی نہ کرنا اور خاص طور پر مستقل بیٹھے رہنا یا فوراً لیٹ جانے کے باعث بھی وزن میں اضافہ ہوتا ہے۔ ماہرین صحت کے مطابق ذہنی دباؤ بھی موٹاپے کا سبب ہے، آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ذہنی دباؤ وزن بڑھا دے۔

ماہرین کے مطابق جب انسان ذہنی تناؤ کا سامنا کر رہا ہوتا ہے یا کسی پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تو نیند میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ مکمل نیند نہ لینے سے وقت بے وقت بھوک لگتی ہے اور پھر سکون تب ہی ملتا ہے جب کھانا کھا لیا جائے۔ جب وقت بے وقت کھانا کھایا جائے تو انسانی جسم میں شوگر لیول بڑھ جاتا ہے جو کہ وزن میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔ ایک برطانوی ریسرچ کے مطابق نیند پوری نہ ہونے پر ہم ایک دن میں ضرورت سے زیادہ 385 کیلوریز اپنے جسم میں ڈالتے ہیں۔ ورزش یا جسمانی آزمائشوں میں حصہ نہ لینے سے وزن بڑھنے کے امکانات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ماہرین صحت نے تجربات کی روشنی میں بتایا ہے کہ صبح ناشتہ نہ کرنا بھی وزن بڑھنے کا سبب بنتا ہے۔ اس طرح رات کا کھانا نہ کھانے سے بھی وزن بڑھنے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ رات کا کھانا نہ کھانے سے ذہنی خلفشار پیدا ہوتا ہے اور پھر نیند ڈسٹرب ہوتی ہے اور نیند پوری نہ ہونے سے وزن بڑھنے کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

وزن بڑھنے سے پیدا ہونے والے مسائل:
جب ایک شخص کا وزن اس کی عمر اور جسم کے تناسب سے زیادہ تجاوز کر جائے تو اسے کئی طرح کی بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان میں کولیسٹرول میں اضافہ، ہائی بلڈ پریشر، ذیابیطس، دل کے امراض، سانس کے مسائل، نیند کی خرابی، ذہنی عارضے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ سستی کا طاری رہنا بھی مشاہدے میں آیا ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی ریسرچ کے مطابق زیادہ وزن کے حامل افراد میں قوت مدافعت کم ہوتی ہے جس کے باعث کورونا وائرس کا جلد شکار ہو سکتے ہیں۔ موٹاپے سے کیسے بچا جائے؟ سب سے پہلے تو ضروری یہ ہے کہ ورزش کو معمول بنایا جائے۔ صبح کے اوقات میں ورزش کے بے شمار فوائد ہیں۔ ایک تو جسم چست وتوانا ہوگا دوسرا یہ کہ چربی پگھلے گی، جب جسم میں چربی کی مقدار کم ہوگی تو وزن میں کمی ہوگی اور موٹاپے سے چھٹکارا ملے گا۔ تلی اور مرغن غذاؤں سے اجتناب کیا جائے۔ کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کی جائے۔ گاجر کا جوس فائبر سے بھرپور ہوتا ہے۔ چینی کے بغیر پینے سے وزن میں حیرت انگیز حد تک کمی کی جاسکتی ہے۔ مالٹے کے جوس کو منفی کیلوریز جوس قرار دیا جاتا ہے۔ مالٹے کا جوس جسم میں موجود کیلوریز کو جلانے میں مدد دیتا ہے۔ تربوز کا جوس جسم کو ہائیڈریٹ رکھتا ہے، جوس میں موجود امائینو ایسڈز کیلوریز جلانے میں مددگار ہے۔

Volume:63/73,Issue:08 R.N.I.N. Delhi Regd. No.BIHURD/4136/61Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

To

تمنا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کام کر جاؤں
اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں
(حفیظ جالندھری)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

بعض حکومتوں کا عجلت پسندانہ قدم

صفدر امام قادری

حکومتوں کا ایک بڑا کام یہ بھی ہے کہ وہ سماج میں پھیلی ہوئی طرح طرح کی دقیانوسیت اور برائیوں سے عوام کو بچائیں اور ایسے قوانین بنائیں کہ اُن برائیوں سے اپنے آپ ہی نجات کی صورت پیدا ہو جائے۔ تحریکِ آزادی کے دور سے چھوا چھوت سے لے کر عدم مساوات کے ہزاروں سماجی مسئلوں پر گذشتہ ایک صدی میں ہندستانی سماج اور متعدد حکومتیں سرگرم عمل ہیں مگر پورے طور پر اِس سلسلے سے کامیابی نہیں حاصل ہو سکی ہے۔ آئے دن یہ دیکھنے کو ملتا ہے کہ مختلف صوبائی حکومتیں کسی ایک قانون پر سختی سے عمل کرنے کی کوشش کرتی ہیں یا کوئی نیا قانون تیّار کر کے آناً فاناً نافذ کر دیتی ہیں اور اُن کے نفاذ کے لیے حکومت کی طاقت اور انتظامیہ کی شہ زوری میدان میں کام آنے لگتی ہے۔

گذشتہ دنوں حکومتِ آسام نے یہ فیصلہ کیا کہ اٹھارہ برس سے کم عمر کی جن لڑکیوں کی شادی پائی جائے گی، اُن کے شوہر اور اُن کے والدین پر مقدّمہ چلایا جائے گا اور اُنھیں جیل بھیج دیا جائے گا۔ ہندستان کا آئین، تعزیراتِ ہند کی متعدد دفعات اور ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے ہزاروں فیصلوں کو سامنے رکھیں تو ہزاروں کی تعداد میں ایسی سماجی برائیاں ہیں جنھیں آپ وقتاً فوقتاً ابھی بھی سماج میں موجود پاتے ہیں۔ حکومت، عدالت سے لے کر عوام تک سب کو اِن علتوں کے بارے میں معلوم ہے۔ ہندستانی سماج صرف انگریزوں کی غلامی سے جکڑا ہوا نہیں تھا بلکہ رسوم و رواج کی ہزاروں برسوں کی زنجیروں میں بھی قید تھا۔ مہاتما گاندھی اور ڈاکٹر امبیدکر کے مختلف فرمودات کو یاد کیجیے تو یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ یہ حضرات ہندستانی سماج کے لیے سب سے بڑا ناسور سماجی برائیوں کو سمجھتے تھے اور جنگِ آزادی کے دوران اُن علّتوں سے بچاؤ کے راستے سجھاتے رہے۔

سماجی برائیوں میں بے شک یہ ایک بڑا عیب ہے کہ لڑکی کی کم عمر میں شادی کر دی جائے۔ تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے مہاتما گاندھی کی شادی کی عمر یاد کیجیے جب کستور با محض تیرہ برس کی تھیں۔ بنگال اور مہاراشٹرا میں باضابطہ ایسی تحریکیں چلیں کہ بال وِدھوا کی شادی کا سماج میں اہتمام ہو۔ پہلے یہ عام بات تھی کہ پانچ برس کا لڑکا دو برس کی بچی کے ساتھ خاندان والوں کی مرضی سے شادی کے رشتے میں بندھ گئے۔ دونوں اپنے ماں باپ کے گھر پرورش پا رہے ہیں۔ کسی وجہ سے دو چار برس میں لڑکے کی موت ہوئی تو اُس وقت کا سماجی اور مذہبی اُصول اُس نابالغ لڑکی کو بیوہ قرار دیتا تھا اور اُس بیوہ کی دوبارہ شادی ہندستانی رسومیات میں ممکن نہیں تھی۔ جیسے جیسے تعلیم اور نئی دنیا کے تصوّرات عام ہوئے، لوگوں نے اِن برائیوں سے اپنے دامن کو پاک کیا۔ بالعموم تعلیم یافتہ طبقے میں ایسی علّتیں نہیں ہیں کہ نابالغوں کو شادی کے رشتے میں باندھ دیا جائے۔

مگر جہاں تعلیم عام نہیں ہے، جس علاقے میں خاندانی منصوبہ بندی کا کوئی تصوّر زمین پر نہیں اُتر پایا اور معاشی اعتبار سے جو لوگ بے حد پچھڑے ہوئے ہیں، وہاں ایسی برائیاں اب بھی دِکھائی دیتی ہی رہتی ہیں۔ قانون کی کتاب کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں لیکن شادی کی عمر کے سلسلے سے کئی بار تبدیلی لانے کی ضرورت پڑی، عالمی قانون کو یک جا کیا جائے تو بہت آسانی سے یہ بات نظر آ جائے گا کہ ہر ملک میں شادی کی عمر کے تعلق سے یک رائے نہیں ہے۔

ہندستانی سماج میں ہزاروں برائیوں کی واحد جڑ جہالت ہے۔ اِسی کے ساتھ سماج میں مالی اور معیشی نابرابری نے بھی پیچیدگیوں میں اِضافہ کیا۔ حکومت کو کسی بھی قانون کے نفاذ کے لیے اِن دونوں پہلوؤں سے متوجہ ہونا چاہیے ورنہ یہی مانا جائے گا کہ سماج کی صحیح صورتِ حال سمجھے بغیر کسی قانون کا جبریہ نفاذ ایک الگ طرح کا ظلم اور سماجی انتشار کا باعث ہو سکتا ہے۔ اچھے سماج اور اچھی حکومت کی یہ پہچان ہے کہ وہ سماجی برائیوں سے لڑنے کے لیے قانون کے سخت استعمال سے پہلے بیداری کی ایک ایسی مہم چلائے جس میں سب رفتہ رفتہ شامل ہو سکیں۔ اُس کے بعد ہی مرحلہ وار طریقے سے قوانین کا نفاذ ہونا چاہیے ورنہ افراتفری اور انتشار کا ماحول قایم ہونا لازم ہے جو ابھی آسام میں دیکھنے کو مل رہا ہے۔

گذشتہ دِنوں آسام کی حکومت کے سربراہ ہیمنت بسوا شرما نے شب خونی انداز میں نابالغین کی شادی کے سوال پر کریک ڈاؤن کا اعلان کیا اور تابڑ توڑ کارروائیاں شروع کیں۔ اٹھارہ سال سے کم عمر کی جو بھی خاتون شادی شدہ ملیں گی، اُن کے والدین اور شوہر کو جیل میں ڈال دیا جائے گا۔ کچھ معاملات میں والدہ سے بچوں کو بھی الگ کیا جا چکا ہے۔ ابھی تک اکیس سو کے قریب افراد گرفتار ہو چکے ہیں۔ ہر تھانے دار اِس موضوع کے حوالے سے بااختیار ہے اور کسی بھی گھر میں چھاپا مار کر گرفتاریوں کو عمل میں لا سکتا ہے۔ کئی عورتیں شوہر کی گرفتاری کے بعد بھوکے مرنے کے لیے مجبور ہوئیں۔ بعض حاملہ عورتیں اسپتال اِس لیے نہیں جا رہی ہیں کہ وہاں پہنچتے ہی اِس قانون کے اثر میں اُن کے سرپرست گرفتار ہو جائیں گے اور خود اُن کے ساتھ کیا ہوگا یہ پتا نہیں۔ اس خوف میں بعض کی موتیں بھی ہو گئیں۔ حزبِ اختلاف کے لیڈران بالخصوص کانگریس کے افراد حکومت کی اِس حرکت کو غیر منصفانہ اور غیر جمہوری کہہ رہے ہیں مگر حکومت اپنی پیٹھ تھپ تھپانے میں لگی ہوئی ہے۔

آسام کو ہندستان کے سب سے پس ماندہ اور غیر ترقی یافتہ صوبوں میں سے ایک ہونے کا درجہ حاصل ہے۔ مشکل جغرافیائی صورتِ حال کے سبب صوبے کی دشواریاں الگ ہیں۔ سیلاب سے ملک کا کوئی بھی صوبہ آسام کی طرح تباہ و برباد نہیں ہوتا ہے اور اگر مرکزی حکومت کی معاونت نہ رہے تو اِس صوبے کو ہندستان کے ترقیاتی نقشے میں صفِ آخریں سے اوپر آنے کا موقع ہی نہیں مل سکے۔ دشواری یہ ہے کہ اِس خطّے میں چار دہائیوں سے زیادہ عرصے سے بھارتیہ جنتا پارٹی اور اُس کی مددگار جماعتیں منظّم طریقے سے کام کرتی رہی ہیں۔ طلبہ کی تحریکیں چلیں اور اُن کے ہاتھ میں صوبائی اقتدار بھی آ گئی۔ بنگلا دیشی دَراندازی کی شکایتیں ۱۹۷۱ء سے ہی اُس علاقے میں سب سے زیادہ ہیں اور موجودہ حکومت کے لیے ایسے سوال بڑے پھل دار درخت کی طرح نظر آتے ہیں۔ شہریت قانون کے سلسلے سے بھارتیہ جنتا پارٹی کی پہلی تجربہ گاہ آسام ہی ہے اور وہیں باضابطہ طور پر ڈی ٹنشن سنٹر بنائے گئے اور لوگوں کو بے یار و مددگار وہاں اب بھی رکھّا گیا ہے۔ جب سے موجودہ وزیرِ اعلا کو اچانک نئے چہرے کے طور پر امت شاہ نے پیش کیا، اُسی وقت اقتدار کی گلیوں میں یہ بات گشت کرنے لگی تھی کہ اُنھیں کچھ خاص کام کرنے کے لیے یہ ذمّہ داری دی گئی ہے۔ اب یہ باتیں کھلنے لگی ہیں اور یہ سمجھ میں آنے لگا ہے کہ وہ حقیقت میں اقلیت مخالف حکومت سازی کے کام کو مضبوط کرنے میں لگے ہوئے ہیں جہاں سے یہ اشارہ بھی دیا جا سکتا ہے کہ پورے ملک میں ایسے قوانین نافذ کیے جائیں گے اور پولس کی طاقت پر سب کچھ منوا لیا جائے گا۔

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ آسام میں اقلیت آبادی کا تناسب اچھا خاصا ہے اور وہاں کی سیاست میں مسلم اقلیت کا زور بھی رہا ہے۔ واحد مسلم خاتون وزیرِ اعلا بھی اُسی صوبے سے آئیں اور اب بھی پارلیمنٹ اور وہاں کی اسمبلی میں مسلم اکثریتی علاقے کے نمایندگان موجود ہیں۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ ملک کے دوسرے صوبوں کے مقابلے آسام کی مسلم آبادی تعلیمی اور مالی اعتبار سے نہایت کمزور ہے۔ ایسی حالت میں بڑی تعداد میں مزدور پیشہ افراد اپنی بچیوں کو اٹھارہ سال سے پہلے ہی شادی کر دیتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ صرف آسام ہی نہیں ملک کے ہر صوبے میں غربت اور جہالت کے مارے گھروں میں یہ علّت موجود ہے۔ راجستھان میں تو اِس کی سب سے بری شکلیں نظر آتی ہیں مگر حکومت کا چوں کہ واضح مقصد ہے کہ آسام میں اقلیت آبادی کو خوف میں رکھّا جائے، آزادانہ سیاسی شاخت کے لیے اُن کی سرگرمیوں پر کسی طرح قدغن لگائی جا سکے، اِس لیے نابالغوں کی شادی کے معاملے میں گرفتار کر کے جیل میں ڈالنے کا ایک ماحول قایم کیا گیا۔ سرکار کا دوہرا منصوبہ بھی ہے کہ اِس سے ملک کے دوسرے حصوں میں بھی بھارتیہ جنتا پارٹی کے آیندہ اقدام کی سگ بگاہٹ سمجھ میں آ جائے گی مگر ملک کے عمومی امن کے لیے یہ فیصلہ خوف پیدا کرنے کے علاوہ کچھ اور نہیں کہا جا سکتا۔ سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اُن ہی اضلاع میں اِس کا نفاذ سختی سے ہو رہا ہے جہاں اقلیت آبادی کی کثرت ہے۔

گذشتہ برسوں میں بہار میں شراب بندی کی مہم چلی تھی۔ ابتدائی دور میں حکومت میں اتاولا پن بھی بہت تھا۔ چوک چوراہے پر کسی بھی آتے جاتے آدمی کو پولس پکڑ لیتی تھی اور ایک آلے سے اُس کی جانچ کر کے اُسے شرابی کا تمغہ دے کر جیل بھیج دیا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ حکومت کو یہ بات سمجھ میں آئی کہ سماجی برائی سے لڑنے کے مرحلے میں عوامی بیداری پہلے آزمائی جانی چاہیے اور بعد میں قانون کا سخت نفاذ ہونا چاہیے۔ بہار میں آج بھی نقلی شراب بنانے، زہریلی شراب سے مرنے والے اور اربوں روپے کی بلیک مارکیٹنگ کے اعداد و شمار ملتے رہتے ہیں۔ اِسی طرح آسام کی حکومت کا اگر یہ ایماندارانہ فیصلہ ہوتا تو چھے مہینے اور سال بھر عوامی سطح پر لوگوں کو متنبہ کیا جاتا اور اُس کے بعد ہی کوئی تادیبی کارروائی کی جاتی مگر یہاں نشانہ چوں کہ اقلیت آبادی ہے، اِس لیے خاص علاقے میں اِس کا بہ عجلت نفاذ کر کے یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ صرف اور صرف سیاسی ہتھکنڈا ہے۔ آسام کے وزیرِ اعلا کو اقلیت آبادی کو پریشان کرنا ہے ورنہ اِس قانون کا نفاذ تو پورے ملک میں ہونا چاہیے تھا، اُس وقت بہت آسانی سے دیکھا جا سکتا کہ غربت زدہ طبقے میں ہر جگہ یہ عیب موجود ہے۔

☆ اس دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے، فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زرتعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں، مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر آپ سالانہ یا ششماہی زرتعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔ **رابطہ اور واٹس اَپ نمبر 9576507798**
A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168,Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
نقیب کے شائقین نقیب کے آفیشیل ویب سائٹ **www.imaratshariah.com** پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ (**محمد اسعداللہ قاسمی منیجر نقیب**)

WEEK ENDING-20/02/2023, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, *E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com*, Web. www.imaratshariah.com,
نقیب | قیمت فی شمارہ -/8 روپے | ششماہی -/250 روپے | سالانہ -/400 روپے